وہ ہکلانے لگی۔

''کک...... کرشن...... مم...... مجھے...... شما کردو۔''

''کرشن نہیں...... کرشن کمار مہاراج کہو مورکھ لڑکی۔'' میں نرملا کو اس کی بات یاد دلاتے ہوئے بولا۔ ''تو نے ہی تو ایک بار مجھے بتایا تھا کہ مہان اور بلوان پجاریوں کو شبھ نام سے پکارا جاتا ہے مگر تو سب کچھ بھول چکی ہے۔''

''مہاراج۔'' نرملا نے اپنی اکھڑی سانسوں پر کسی قدر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''اپنی داسی کو شما کردو...... میں تم سے پرارتھنا کرتی ہوں۔''

''پرارتھنا...... اور وہ بھی رحم کی۔'' نفرت سے بولا۔ ''یہ شبد تم نے اس وقت کیوں نہیں کہے جب ارجن تمہارے کارن مجھے اپنی کٹی سے نکال رہا تھا۔''

نرملا نے کوئی جواب نہ دیا۔ سہمی سہمی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

''داسی...... تجھے یاد ہے کہ ایک بار تو نے کیا کہا تھا' ارجن مہاراج اپنی کٹی میں کسی استری کا داخلہ پسند نہیں کرتے۔'' میں نے نرملا کے سراپے کو نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تو آج پلید پجاری کی آغوش میں کیوں مچل رہی تھی؟''

''کرشن......''

''کرشن مہاراج کہہ کلنکنی۔ تجھے نہیں معلوم میں نے اپنا جاپ پورا کرلیا ہے۔'' میں زور سے گرج کر بولا۔ ''مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تو میرے ساتھ دغا کرے گی۔ تو نے ایک مہان شکتی کے پوتر پیار کا اپمان کیا ہے۔ اب تو اپنے لئے خود ہی کوئی سزا تجویز کرلے۔''

''مم...... مہاراج...... مجھے شما کردو۔'' نرملا ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگی ''میں ابھاگن تم سے بھکشا مانگتی ہوں۔''

''ابھاگن نہیں پاپن کہو......'' میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

نرملا نے میرے ساتھ جو فریب کیا تھا اس نے میرے تن بدن کو آگ لگادی تھی۔ میں اپنے اندر اس سے شدید بہت شدید نفرت محسوس کررہا تھا اور اب میں فیصلہ کرچکا تھا کہ اسے ضرور سزا دوں گا۔ اگر میں چاہتا تو جس طرح ارجن کو ایک اشارے سے جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا تھا اسی طرح نرملا کا تیاپانچا بھی کردیتا لیکن میں اس وقت بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ نرملا کو اس کے نفرت انگیز رویے کی ایسی سزا دوں جسے وہ تمام عمر یاد رکھے۔ خاصی دیر تک میں کسی کربناک سزا کے متعلق سوچتا رہا پھر میں نے فیصلہ کرلیا کہ نرملا کے چہرے کے خوب صورت نقش کو مسخ کردوں تاکہ وہ دوبارہ کسی کو عشق کے نام پر دھوکہ نہ دے سکے حالانکہ میرا جی اس کا خون پینے اور گلا گھونٹ کر ماردینے کے لئے مضطرب تھا۔

نرملا بدستور رحم طلب نظروں سے مجھے گھورے جارہی تھی۔ میرے چہرے کے تاثرات بدلے تو وہ سرتاپا لرز اٹھی اور چلا کر بولی۔

''نہیں مہاراج نہیں...... یا تو تم مجھے شما کردو...... یا جان سے مار ڈالو...... جو تم سوچ رہے ہو۔ دیوتاؤں کے لئے ایسا نہ کرو۔''

نرملا کو میرے من کا راز کیوں معلوم ہوگیا، میں یہ نہ جان سکا لیکن اس کی ہذیانی کیفیت سے میری نفرت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ میرا خون کھول اٹھا۔ انتہائی غصے کی کیفیت میں آگے بڑھ کر میں نے اس کے لانبے لانبے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا اور سخت آواز میں بولا۔

''پاپن...... جب مہان پجاریوں کے شریر کی آگ بجھانا تو اپنا دھرم سمجھتی ہے تو پھر ان کی ہر مرضی پر سر جھکا دینا بھی تیرا فرض ہے۔ کیا تجھے اپنے ناپاک چہرے کی یہ سندرتا میری مرضی سے زیادہ پیاری ہے۔''

نرملا نے میری آنکھوں میں انتقام کے شعلے بھڑکتے دیکھے تو ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی۔ میں نے حقارت سے اسے ایک طرف دھکیل دیا پھر پاربتی دیوی کا نام لے کر اپنا ہاتھ نرملا کے چہرے کی طرف اٹھا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میری خواہش پوری ہوگی۔ نرملا کے چہرے کی رنگت یکلخت سیاہ پڑگئی۔ اس کے گالوں پر بڑے بڑے داغ دھبے ابھر آئے۔ اس کی صورت اس قدر مکروہ ہوگئی کہ میں نے بھی اپنی نظریں پھیرلیں اور اسے زمین پر تڑپتا اور بلبلاتا چھوڑ کر کٹی سے باہر آگیا جہاں پجاریوں اور سادھوؤں کا جم غفیر کھڑا تھا۔

میں نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو ہجوم مجھے راستہ دینے کے لئے کائی کی طرح چھٹ گیا۔ میں ننگ دھڑنگ اور ہٹے کٹے سادھوؤں اور پجاریوں کو حقارت سے گھورتا ہوا لمبے لمبے قدم اٹھا آگے بڑھنے لگا۔

میں پجاریوں اور مندروں کے علاقے کو چھوڑ کر پھر اسی شمشان گھاٹ کی طرف چل پڑا جہاں میں نے اپنا جاپ مکمل کیا تھا۔ وہ جگہ اب مجھے بڑی گھناؤنی لگی، وہاں ہر جگہ غلاظت کے ڈھیر تھے اور تعفن کے سبب ایک لمحے کو بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں نے اس بھیانک استھان پر مہینوں بیٹھ کر کس طرح اپنا جاپ مکمل کیا تھا۔ اس وقت تو مجھے ایک ہی دھن سوار تھی کہ میں اپنی تپسیا میں کامیاب ہوجاؤں۔ میں گندگیوں، بلاؤں اور ویرانیوں کے اس علاقے میں نرملا کی وجہ سے بیٹھا تھا۔ نرملا کا خیال آتے ہی میرا دل اداس ہوگیا۔ میں نے اس کی جفا کی سزا تو دے دی تھی لیکن مجھے اپنے دل پر ایک عجیب طرح کا بوجھ سا محسوس ہورہا تھا۔ اب بھی نرملا میرے اعصاب پر سوار تھی۔ نرملا کے بعد اب میرا اس دنیا میں کون تھا۔ میں نے ایک بار یہ بھی سوچا کہ مجھے خودکشی کرلینا چاہئے۔ اس دنیا میں ہر جگہ دھوکا ہی دھوکا ہے۔ سب کچھ بیکار ہے۔ نرملا نے مجھ سے میرا اعتماد چھین لیا تھا اور اب میں خود کو بے آسرا، تنہا

اور شکست خوردہ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے اب نہ دیوی دیوتاؤں پر اعتماد تھا اور نہ غیر معمولی روحانی طاقتوں پر۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ مجھے اپنی بقیہ زندگی اسی ویران اور اجاڑ مقام پر جیسے تیسے بسر کر دینی چاہئے۔ میں اگر آبادی میں گیا تو وہاں انسان ہوں گے اور جہاں انسان ہوں گے، وہاں فریب ہوگا۔ انسانوں سے دور رہنا ہی ٹھیک ہے۔ میں کہاں سے کہاں تک آ گیا تھا۔ میں نے نرملا کی خاطر کیا کیا نہ کیا لیکن اس نے آہ...... اس نے میرا خیال تک نہ کیا...... میرے لئے اب زندگی میں کیا دھرا ہے۔ میرا ذہن منتشر تھا۔ میرے قدم بھاری تھے۔ میری آنکھیں بوجھل تھیں اور میں پریشان خیالات لئے ان ہی کھنڈروں سے گزر رہا تھا کہ مجھے ایک اہم بات یاد آ گئی۔ مجھے ابھی ایک کام اور کرنا ہے۔ اپنے بھائیوں سے بدلہ، کہ اس پُراسرار سرگزشت کے محرک اول وہی لوگ تھے۔ ہاں مجھے جلد سے جلد یہاں سے اپنے بھائیوں کی تلاش میں چل دینا چاہئے۔ بھائیوں سے انتقام لینے کے خیال ہی سے میں نے اپنے خون میں حرارت محسوس کی پھر مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کا خیال آیا۔ اس نے تو مجھ سے نرملا کو دان دینے کا عہد کیا تھا۔ میری مٹھیاں بھنچ گئیں اور میں تیز تیز چلنے لگا۔

مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دوبارہ زندہ ہو رہا ہوں۔ ساری دنیا سے انتقام کے لئے، میں ساری دنیا کے بدطینت لوگوں کے خاتمے کے لئے بے تحاشا منصوبے بناتا چلا جا رہا تھا معاً مجھے پاربتی کا خیال آ گیا جسے اب تک میں نے ایک نظر بھی نہ دیکھا تھا لیکن جس کی آواز میں دوبار سن چکا تھا۔ یہ بات اب تک میرے ذہن میں کھٹک رہی تھی کہ آخر پاربتی نے میرے مقابلے میں ارجن کو کیوں مر جانے دیا جبکہ موہن لال کے بیان کے مطابق ارجن مہان شکتی کا مالک تھا اور دیوی دیوتاؤں کے جاپ کرنے کے لئے اس نے اپنا پورا جیون تیاگ دیا تھا۔

یہ پاربتی کیا چاہتی ہے؟ ابھی میں پاربتی کے بارے میں ان باتوں پر غور کر ہی رہا تھا کہ خوشبو کا ایک تیز جھونکا مجھے اپنے گردوپیش میں محسوس ہوا۔ ویران کھنڈروں میں جہاں ہر طرف غلاظت اور گندگی تھی اور تعفن پھوٹ رہا تھا صندلی خوشبو کا گزر میرے لئے انتہائی تعجب خیز تھا۔ کسی انجانے خیال کے تحت میں نے تیزی سے گھوم کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا مگر وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہر شے سے ویرانی ٹپک رہی تھی۔

نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کسی آنے والے خطرے کا اعلان کر رہی تھی لیکن میں نے اس وہم کو ذہن سے جھٹک کر دوبارہ اپنی منزل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی میں بمشکل دس پندرہ قدم ہی بڑھا ہوں گا کہ صندلی خوشبو کا وہی جھونکا پھر میری ناک سے ٹکرایا۔ اس بار خوشبو میں لوبان کی مہک بھی شامل تھی۔ میں ایک بار پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ میں نے توجہ سے اس خوشبو کے بارے میں سوچنا چاہا لیکن میرے ذہن پر جیسے دھند چھا گئی تھی۔ میرا دماغ آہستہ آہستہ بوجھل ہوتا جا رہا تھا۔ اس خیال سے کہ ممکن

ہے کہ یہ کیفیت نرملا کی بیوفائی کے صدمے میرے اوپر طاری ہو۔ میں نے دو ایک بار پھر اپنے سر کو جھٹکا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میں ایک بار پھر اسی کیفیت سے دوچار ہو رہا تھا جو مجھ پر پاربتی دیوی کے لئے جاپ کرنے کے دوران پیدا ہوئی تھی۔ میری آنکھیں بوجھل ہونی شروع ہو گئی تھیں اور قوت احساس رفتہ رفتہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی کہ اس کیفیت سے چھٹکارا حاصل کروں لیکن میری ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں اور پھر...... مجھے بس اتنا یاد ہے کہ میں بے ہوشی سے دوچار ہو گیا تھا۔

میں کتنی دیر بے ہوش رہا مجھے ٹھیک طور پر کچھ یاد نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ جب دوسری بار میری آنکھ کھلی تو میری نظر سب سے پہلے اس فانوس سے ٹکرائی جو میرے اوپر چھت پر لٹکا ہوا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا تو دیکھا کہ نہ وہ اجودھیا کے ویران کھنڈرات ہیں اور نہ ہی گندگی کی وہ مسموم فضا بلکہ اس وقت میں ایک بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ کمرے میں موجود تھا جہاں ہر طرف ویسی ہی خوشبو موجود تھی جیسی میں نے کھنڈرات میں محسوس کی تھی۔ جس بستر میں بیٹھا تھا، وہ بھی انتہائی نرم اور آرام دہ تھا۔ کمرے میں موجود ہر چیز سے نفاست ٹپک رہی تھی اور فانوس میں روشن برقی قمقمے پوری کمرے کو منور کئے ہوئے تھے۔ میری داڑھی بھی منڈھی ہوئی تھی۔

چند لمحے تک میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہر شے کو تکتا رہا پھر بستر سے اچھل کر نیچے آ گیا۔ مجھے اچانک موہن لال یاد آ گیا۔ میں نے سوچا کہیں یہ موہن لال کی شرارت نہ ہو۔ ایک بار پہلے بھی اس نے مجھے ایسے ہی خوب صورت جال میں پھانس کر اپنے اشاروں پر ناچنے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا تو میرے انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھا۔ میرے ساتھ اب تک جو کچھ ہوا تھا اس کی ذمے داری صدفی صد موہن لال کے اوپر عائد ہوتی تھی۔ میں نے ان اذیتوں کو یاد کیا جو موہن لال نے مجھے پہنچائی تھیں تو میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اب میں موہن لال سے مطلق خائف نہیں تھا۔ مجھے کامل یقین تھا کہ اب میں بھی مہان شکتی حاصل کر چکا ہوں اور موہن لال سے ٹکرانے کی طاقت رکھتا ہوں۔

"کس وچار میں گم ہو کرشن کمار......"

کمرے میں دلکش نسوانی آواز گونجی تو میں چونک پڑا۔ یہ آواز میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر ادھر ادھر دیکھا لیکن کمرے میں کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے نہیں پہچانتے۔" وہی مترنم آواز کمرے میں گونجی۔

"تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے آ کر بات کرو۔" اس بار میں نے کرخت انداز میں کہا۔

"کرشن...... میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔" سازوں پر رقصاں کوئی آواز دوبارہ ابھری۔ "غور سے مجھے دیکھنے کی کوشش کرو۔"

اچانک مجھے احساس ہوا جیسے میری نظروں کے سامنے سے کوئی دبیز پردہ دھوئیں کی طرح ہٹ گیا ہو۔ اب میں اس عورت کو بخوبی دیکھ رہا تھا جو میرے سامنے دروازے کے قریب کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک اس نے دھانی رنگ کی ایک ساڑھی لپیٹ رکھی تھی جس کے اندر سے اس کا مرمریں جسم جھانک رہا تھا۔ اس کے چہرے کے نقش ونگار اس قدر حسین اور جاذب نظر تھے کہ ایک لمحے کے لئے میں اس کے حسن کی رعنائیوں میں محو ہو کر رہ گیا پھر مجھے موہن لال کا خیال آیا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟"

جواب میں حسین وجمیل عورت کے رسیلے ہونٹوں پر ایک خوب صورت سی مسکراہٹ ابھری۔ آہستہ آہستہ شاہانہ انداز سے قدم اٹھاتی، وہ مسہری پر جا کر بیٹھ گئی۔ میرے سوال کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی خمار آلود نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں۔" میں نے جھلا کر عورت کو مخاطب کیا۔ "سیدھی طرح میری بات کا جواب دو ورنہ میں سختی سے پیش آنا بھی جانتا ہوں۔"

اس بار بھی عورت کے ہونٹوں پر ایک پُر وقار مسکراہٹ ابھری۔ اس نے مجھے چمکیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے، ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کرشن کمار، کیا تمہارے اندر ابھی واقعی اتنی شکتی نہیں ہے کہ مجھے پہچان سکو۔"

عورت کی مترنم آواز کمرے میں ابھری تو مجھے یوں لگا جیسے بے شمار نقرئی گھنٹیاں ایک ساتھ کھنک اٹھی ہوں۔ مجھے اعتراف ہے میں نے اس سے قبل اتنی حسین عورت نہیں دیکھی تھی۔ میں اس کے اس حسن سے مسحور ہوتا جا رہا تھا لیکن میں طے کر چکا تھا کہ اس سے کسی قسم کی لگاوٹ کی بات نہیں کروں گا چنانچہ میں نے اپنی تیوری پر بل ڈال کر قہر آلود نظروں سے اسے گھورا پھر نفرت سے بولا۔

"مجھے پورا وشواس ہے کہ تم موہن لال کے کہنے پر یہاں آئی ہو لیکن اتنا یاد رکھو کہ میں اب افضل بیگ نہیں ہوں بلکہ کرشن کمار مہاراج ہوں۔ مہان شکتی کا مالک جس کے آگے تم جیسی سندر ناریوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ عورت میرے کرخت لہجے اور بگڑے ہوئے تیور کو دیکھ کر ضرور ہراساں ہو گی لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ بجائے اس کے کہ وہ خوف زدہ ہوتی مجھے بدستور تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"بولتے رہو کرشن کمار، چپ کیوں ہو گئے۔"

"بکومت۔" میں نے کڑک کر کہا۔ "میں تمہیں ایک آخری موقع دیتا ہوں کہ مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو...... نہیں تو میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ تم تمام جیون یاد رکھو گی۔"

"اوہ، تم تو سچ مچ کے بلوان معلوم ہوتے ہو۔" عورت نے مسکرا کر جواب دیا پھر نرم آواز میں بولی۔

"کرشن کمار، ارجن نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ابھی تم مہان شکتی کے مالک نہیں بن سکے ہو...... تمہاری مثال اس نادان بالک جیسی ہے جو انگارے کو پھول سمجھ کر ہاتھ میں لینے کی ضد کرتا ہے۔ پرنتو اسے اپنی غلطی کا خیال اس سمے ہوتا ہے جب آگ اس کے شریر کو جلا دیتی ہے۔"

عورت کے جواب نے میرے غصے کو اور بھڑکا دیا۔ میں نے بڑی جلالی کیفیت میں اپنا ہاتھ بلند کیا اور انگلیاں جھٹکنے لگا۔ میرے ہاتھوں سے آگ کے شعلے نکل کر عورت کی طرف لپکے۔ مجھے قوی امید تھی کہ نیلے پیلے شعلے اس کے کومل جسم کو پلک جھپکتے ہی جلا کر بھسم کر دیں گے لیکن اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے ان شعلوں کو اس کے جسم سے ٹکرا کر بے اثر ہوتے دیکھا۔ عورت بڑی لاپروائی سے بیٹھی بدستور مجھے دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں نرمی تمکنت اور دبدبہ تھا۔

میں نے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا انجام دیکھا تو بھونچکا رہ گیا اور آنکھیں پھاڑے کھڑا سکتے کی حالت میں اسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ ارجن کے بتائے ہوئے جاپ کو پورا کر لینے کے بعد یہ میری پہلی ناکامی تھی جس نے مجھے ششدر کر دیا تھا۔ ابھی میں اس اسرار پر غور کر ہی رہا تھا کہ عورت کے ہونٹوں پر جنبش ہوئی۔

"کرشن کمار...... اب کیا وچار ہے تمہارا۔"

میں نے عورت کو کوئی سخت جواب دینا چاہا لیکن نہ جانے اس کی آواز میں کیا سحر تھا کہ میں اپنی خواہش کی تکمیل نہ کر سکا۔ الفاظ جیسے میرے سینے کی گہرائیوں ہی میں گھٹ کر رہ گئے۔ میری قوت گویائی سلب ہوتی جا رہی تھی۔ جہاں تک میرے ذہن کا تعلق تھا، وہ اب بھی کام کر رہا تھا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ آخر یہ عورت کون ہے۔ جو میری شکتی سے بھی زیادہ مہان شکتی کی مالک ہے۔ مجھے اجودھیا کے ویران کھنڈرات سے اس کمرے تک کیوں لایا گیا؟

میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ اچانک میرے ذہن میں پاربتی دیوی کا نام ابھرا...... پاربتی جس کے بارے میں نرملا نے مجھے بہت کچھ بتا رکھا تھا۔ جو شیو جی مہاراج کی حیرت انگیز اور پُر اسرار قوتوں کا نسوانی مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ بے شمار صفات کی مالک تھی اور جسے خود کو مختلف بھیس اور مختلف

سانچوں میں ڈھال لینے کی دسترس حاصل تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو کرشن کمار۔" عورت نے مجھے دوبارہ کسی ملکہ کی طرح مخاطب کیا تو میں جھرجھری لے کر رہ گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھٹی پھٹی نظروں سے اسے گھورتا رہا۔ میرا ضمیر مجھے میری اس بزدلی اور کم ہمتی پر ملامت کر رہا تھا لیکن میں ان باتوں کو صرف سوچ سکتا تھا، ان پر عمل کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

"کرشن کمار...... میرے قریب آؤ۔"

عورت نے میری بوکھلاہٹ پر مسکراتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ نہ جانے کس سحر کے زیر اثر کسی معمول کی طرح میں اس کے حکم پر عمل کرنے پر مجبور تھا۔ میرے قدم آپ ہی آپ مسہری کی طرف اٹھنے لگے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان سے روئی کے نرم نرم گالوں کی مانند بادل اتر کر میرے قدموں میں بچھ گئے اور میں ان بادلوں کے درمیان سے گزرتا ہوا آہستہ آہستہ اس عورت کے قریب جا رہا تھا جو مسہری پر بیٹھی مجھے بڑی اپنائیت سے دیکھے جا رہی تھی۔ میں ہر لمحے اس سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا...... اور قریب...... اور قریب...... اور قریب...... اور پھر میں اس سے ایک قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ حسین و جمیل عورت کی آنکھوں کا سحر میری بے خودی میں اضافہ کر رہا تھا۔

"کرشن...... کیا تم اب بھی مجھے نہیں پہچان سکے۔"

"تم...... دیوی ہو...... پاربتی دیوی۔" میں بہ مشکل اتنا کہہ پایا۔

"ہاں...... تم نے آخر مجھے پہچان لیا۔" عورت نے پُروقار لہجے میں کہا۔ "تم اپنی قسمت پر ناز کرو جو اتنی جلدی تمہیں میرا درشن پراپت (حاصل) ہو گیا۔ نہ جانے کتنے داس اور داسیاں ایسی ہیں جو اپنا پورا جیون میری بھگتی میں تیاگ چکی ہیں۔ پرنتو انہوں نے میری ایک جھلک بھی نہیں دیکھی۔"

"مہان دیوی...... یہ سب تیری کرپا ہے۔" میں کسی بھرے ہوئے ٹیپ کی طرح بولا پھر بے اختیار جھک کر میں نے پاربتی کے چرنوں کو تھام لیا۔

"کوئی چنتا مت کرو کرشن کمار......" وہ میرے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی۔ "میں نے تمہاری بھگتی کو سویکار کر لیا ہے اور اس سمے تمہیں مکتی کی راہ بتانے کے کارن آئی ہوں۔"

"دیوی...... میں نے ایک سچے عقیدت مند کی طرح بس اتنا ہی کہا تھا پھر نہ جانے کس جذبے کے زیر اثر اس کے چرنوں پر سر رکھ دیا۔

"اٹھو کرشن کمار...... میں آج تمہیں ایسی شکتی دان کرنے آئی جو شیو مہاراج کے علاوہ کسی کو پراپت نہیں ہوئی ہے۔" پاربتی دیوی نے بڑی شفقت سے جواب دیا پھر مجھے ہاتھ تھام کر اٹھایا

اور اپنے برابر بٹھا لیا۔ میں نے چاہا کہ نظریں اٹھاؤں اور اس مہان دیوی کا جی بھر کر درشن کر لوں لیکن مجھے ہمت نہ ہوئی۔ سر جھکائے خاموشی سے میں اس کے برابر بیٹھا رہا۔ اس کے جسم اور لباس سے پھوٹنے والی خوشبو کی تیزی مجھے بے خود بنا رہی تھی۔ میرے ذہن پر بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں آسمانوں میں اڑا جا رہا ہوں۔ جیسے دھنک کے بکھرے بکھرے رنگ مجھے اپنے گھیرے میں لئے ناچ رہے ہوں۔ میرا ذہن ہر لمحے روئی کے نرم نرم گالوں تلے ڈوبتا جا رہا تھا۔ میری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگی تھیں اور پھر میں نے جو کچھ محسوس کیا، اس کے اظہار پر میں قادر نہیں۔

جب میں اس طلسم سے بیدار ہوا تو میں نے خود کو مسہری پر لیٹا پایا۔ پاربتی دیوی مسہری سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی مجھے شفیق نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ مجھے پہلے کے مقابلے میں زیادہ گہری معلوم ہو رہی تھی۔ خود میں بھی عجیب سرور انگیز کیفیت سے دوچار تھا لیکن یہ کیفیت زیادہ برقرار نہیں رہ سکی۔ میں یہ سوچ کر کہ میں اس سمے مسہری پر دراز ہوں اور عظمت کی دیوی کھڑی ہوئی ہے جلدی سے اٹھا اور ہاتھ باندھ کر پاربتی دیوی کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔

"کرشن کمار...... میرا شریر چھو لینے کے بعد اب تم مہان شکتی کے مالک بن چکے ہو۔" پاربتی دیوی نے مترنم لہجے میں کہا۔ "تمہارے من میں جو اچھا (خواہش) ہو گی، وہ میرے حکم سے اوش پوری ہو گی۔ پرنتو اس بات کا دھیان رکھنا کہ تمہارے جیون میں اب کوئی دوسری ناری داخل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم نے کبھی ایسا کیا تو تمہارا جاپ اور تپسیا اکارت ہو جائے گی۔ جس کنیا کو تم ہاتھ لگاؤ گے اس کا شریر جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

"دیوی...... میں تیری ہر آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھوں گا۔" میں کسی فرماں بردار سیوک کی طرح بولا۔

"میں تمہیں وچن دیتی ہوں کہ جب تک تم میرے کہے پر چلو گے، میرا کوئی پجاری تمہارے شریر کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ یاد رکھو ارجن کی شکتی مہان تھی تم اس کے آگے کبھی نہ ٹھہر سکتے تھے۔ میں نے صرف تمہارے کارن ارجن کو اس دنیا سے واپس کر دیا ہے۔

"دیوی...... تیرا یہ داس اس کرپا کو کبھی نہ بھولے گا۔" میں نے بدستور نظریں جھکائے ہوئے کہا۔

"کرشن کمار، تمہیں معلوم ہے میں سب کچھ جانتی ہوں۔ مجھ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں رہتی۔ تمہارے من میں کیا ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں پر اس بات کو گرہ میں باندھ لو کہ موہن لال کے سلسلے میں تمہیں ہر سمے چوکنا رہنا ہو گا۔" پاربتی نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "موہن لال کو اسی وقت کشٹ دیا جا سکتا ہے۔ پرنتو اس نے میری بھگتی اور تپسیا میں سارا جیون تیاگ دیا ہے۔ اس نے میرے

نلئے بہتیرے جاپ کئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے وہ میرے لئے اپنا جیون بھی دان کر سکتا ہے۔ اس کارن میری اچھا ہے کہ تم اس سے دور رہو اور اگر وہ تم سے ٹکرانے میں پہل بھی کرے تو تم کو دھیرج رہنا چاہئے۔''

''مہان دیوی۔'' میں نے دبی زبان سے کہا۔ ''موہن لال کے بارے میں، میں تجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ موہن لال بہت ظالم اور......''

پاربتی دیوی نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روک دیا۔ ''شانتی کرشن کمار! موہن لال کیا ہے اور کیسا ہے۔ یہ میں جانتی ہوں۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔ موہن لال یہ جانتا ہے کہ تم پر میں خاص نظر رکھتی ہوں۔ اس کے من میں تمہاری اور سے۔ تمہارے من میں اس کی اور سے کھوٹ ہے۔ تم دونوں میرے بڑے اچھے سیوک ہو۔ پرنتو اتنا یاد رکھو کہ موہن لال اپنی مہان شکتی اور بہت بڑا بھگت ہونے کے بعد بھی پاربتی دیوی کے اتنے قریب نہیں آ سکا جتنے تم۔ میری اچھا ہے کہ تم موہن لال کو بھول جاؤ۔ اس سے بھڑنے کا وچار من سے نکال دو۔ تم دونوں میرے بہت اچھے سیوکوں کی طرح رہو۔ بس یہی میری اچھا ہے۔''

''دیوی ...... تیری اچھا پر میری جان قربان ہے۔ میں موہن لال کو شما کرتا ہوں لیکن موہن لال نے پہل کی تو اے مہان دیوی، میں کیسے خاموش رہ سکتا ہوں۔'' میں نے انکسار اور عجز سے کہا۔

''کرشن کمار، پاربتی زمانوں سے موجود ہے۔ تم ایک دیوی کے شرن میں آنے کے بعد بھی اتنے خوفزدہ نظر آ رہے ہو۔ کیا تمہیں ہمارے مہان ہونے پر شبہ ہے۔ کیا تم اتنے مورکھ ہو کہ دیوتاؤں کی شکتی کو نہیں جانتے۔'' پاربتی کے لہجے میں اس بار بڑا دبدبہ تھا۔ میں اس کی سحر انگیز آواز سے لرزنے لگا۔

''عظیم دیوی ......'' میں نے گڑگڑا کر کہا۔ ''مجھے شما کر دے۔ مجھے تیرے مہان ہونے پر کوئی شبہ نہیں۔ میں دیوتاؤں کی شکتی کو جانتا ہوں اور مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ میں تیرے شرن میں موجود ہوں۔'' میں بے اختیار یہ جملے ادا کر رہا تھا۔

پاربتی دیوی نے مسکرا کر دیکھا اور میں نے موقع غنیمت جان کر پوچھ لیا۔ ''اب میرے لئے تیری کیا آ گیا ہے۔''

تم اپنے بھائیوں سے بدلہ لینے کے لئے مچل رہے ہو۔ وہ ان دنوں دکن میں ہیں۔ تم وہیں جاؤ اور کچھ دنوں تک آرام کرو پھر میرا جب من چاہے گا تمہیں واپس بلا لیا جائے گا۔''

''دیوی، میں اپنے بھائیوں سے بدلہ لینے کے لئے واقعی بہت بے چین ہوں اور سب سے پہلے انہیں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔''

''جاؤ کرشن کمار، پاربتی کا سایہ تمہارے اوپر ہے۔ میں تم سے خوش ہوں کہ تم نے نرملا پجارن کے

کارن اپنے من کو بیاکل نہیں ہونے دیا اور اس کے چہرے کی سندرتا کو ختم کر دیا۔'' اس بار پاربتی کا لہجہ معنی خیز تھا۔ ''مہان شکتی حاصل کر لینے کے بعد پجاریوں اور بھگتوں کو کسی ایک ناری کی خاطر پریشان نہیں ہونا چاہئے اور پھر تمہارے اوپر تو ایک دیوی مہربان ہے۔ تمہیں ان جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش سر جھکائے کھڑا رہا۔ آج بھی جب میں سوچتا ہوں کہ پاربتی کے سامنے میں اس قدر مسحور کیوں ہو گیا تھا تو بظاہر اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بہر حال چونکہ میں اس قسم کے بہت سارے اسرار سے گزر چکا ہوں اس لئے یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں کہ پاربتی کی پُراسرار قوت نے میرے سوچنے اور سمجھنے کی قوتوں کو مفلوج کر دیا تھا اور میں کسی پالتو کتے کی طرح وفاداری کا ثبوت دینے کی خاطر اس کے سامنے دم ہلانے پر مجبور تھا۔

''کرشن کمار۔'' پاربتی مجھے خاموش پا کر بولی۔ ''میں جانتی ہوں کسی ناری کے لئے تم ہمیشہ بیاکل رہو گے لیکن میرے ہوتے ہوئے تمہیں اس کی چنتا نہیں کرنی چاہئے۔ جب تمہیں کسی ناری کا خیال آئے گا، میں تمہارے سامنے آ جاؤں گی۔''

پاربتی کے جملے کا کیا مقصد تھا، میں مطلق نہ سمجھ سکا لیکن اتنا ضرور جان گیا تھا کہ وہ مجھ پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے۔

کچھ دیر تک وہ میرے قریب کھڑی مجھے دیوی دیوتاؤں کی شکتی اور دھرم کی اونچ نیچ شاہانہ جلال کے ساتھ سمجھاتی رہی پھر مجھے محسوس ہوا کہ وہ میرے قریب نہیں ہے۔ وہ نہ جانے کہاں تحلیل ہو گئی۔ میں اس کے اچانک غائب ہو جانے سے ہکا بکا رہ گیا پھر میں نے ایک معمول کی طرح اس محل سے کچھ سامان زادِ راہ کے طور پر ساتھ لیا۔ میرے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا مگر مجھے قیمتی زیورات اور نقدی محل سے ہی فراہم ہو گئی۔ میں نے اسے پاربتی دیوی کی مہربانی سمجھ کر رکھ لیا اور محل سے باہر چلا آیا۔ میری ضرورت کی ہر چیز محل سے مل گئی تھی۔ مجھے سمتوں کا پتا نہیں تھا لیکن چند کوس پیدل چلنے کے بعد میں اجودھیا پہنچ گیا۔ جہاں سے میں دکن کی طرف آسانی سے روانہ ہو سکتا تھا۔ میں اپنے سفر کی سرگزشت کو مختصر کرتا ہوں۔ بہر حال یہ کہ چند دنوں کے بعد میں حیدر آباد کے ایک پُر رونق اسٹیشن پر کھڑا تھا۔ میرے جسم پر بیش قیمت لباس تھا اور میں کسی نواب سے کم نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اپنا شیو بھی بنا لیا تھا اور اب میں ایک جامہ زیب وجیہہ اور پُروقار شخص کی شکل میں حیدر آباد میں تھا۔

حیدر آباد ہر چند کہ میرا آبائی شہر نہیں ہے پھر بھی میں یہاں کے گلی کوچوں سے بخوبی واقف تھا۔ والد صاحب دوران ملازمت کچھ عرصے کے لئے حیدر آباد میں تعینات رہ چکے تھے اس لئے مجھے اس شہر کی اچھی خاصی سوجھ بوجھ تھی چنانچہ سب سے پہلے میں یہی فیصلہ کیا کہ اپنی رہائش کا بندوبست کروں اس

کے بعد آئندہ کا پروگرام سوچا جائے گا۔

جو لوگ حیدر آباد سے واقف ہیں اور وہاں تھوڑا عرصہ گزار چکے ہیں، وہ عابد شاہ روڈ اور چار کمان کی رونق سے ضرور واقف ہوں گے لیکن وہ افراد جو کبھی حیدر آباد نہیں گئے، ان کے لئے صرف اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ حیدر آباد شہر ایک قدیم و جدید خوب صورت اور بہت ہی مہمان نواز شہر ہے۔ میں نے اپنے قیام کے لئے اعلیٰ درجے کے ایک ہوٹل کو ترجیح دی۔ ہوٹل والے میرا بیش قیمت ساز و سامان دیکھ کر ٹپٹائے ضرور تھے لیکن جب میں نے انہیں بتایا کہ میرا قیام طویل ہوگا اور میں بزنس کے سلسلے میں حیدر آباد آیا ہوں تو وہ مطمئن ہو گئے۔ میں نے دو ہفتے کا کرایہ ہوٹل کے منیجر کو ایڈوانس ادا کر دیا۔ میرے پاس اس وقت کافی رقم موجود تھی جو میں شاہانہ انداز میں خرچ کر سکتا تھا۔

اپنے کمرے میں جا کر میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور آرام کرنے کی غرض سے لیٹا ہی تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ جلدی سے اٹھ کر میں نے ہاتھ منہ دھویا اور ناشتا کرنے کی غرض سے نیچے آ گیا جہاں ڈائننگ ہال میں پہلے ہی خاصی چہل پہل تھی۔ میں نے خاموشی سے ایک بیرے کو اپنے لئے چائے کا آرڈر دیا اور ایک میز پر بیٹھ کر اپنے بھائیوں کے بارے میں سوچنے لگا۔

بیرا چائے لے کر آیا تو میں نے اپنے لئے ایک پیالی تیار کی اور جلدی جلدی دو چار گھونٹ حلق کے نیچے اتارتا چلا گیا۔ ایک عرصے کے بعد مجھے قاعدے کی چائے نصیب ہوئی تھی۔ چنانچہ پہلا کپ ختم کر کے میں نے دوسری پیالی بنائی اور اسے پینے میں مشغول ہو گیا۔ ابھی میں نے نصف پیالی ہی پی تھی کہ کسی نے میری پشت پر ہاتھ رکھ کر مجھے میرے اصلی نام سے پکارا۔ میں نے گھوم کر مخاطب کرنے والے کو دیکھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میرے سامنے اس وقت میرا ایک دیرینہ جگری دوست قادری موجود تھا۔ میں پیالی رکھ کر اٹھا اور قادری سے بڑی گرم جوشی سے بغل گیر ہو گیا۔

کافی دیر تک ہم بڑی بے تکلفی سے بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ قادری مجھ سے میرے بارے میں دریافت کرتا رہا اور میں اسے مطمئن کرنے کی خاطر ادھر ادھر کی ہانکتا رہا پھر اچانک قادری نے مجھ سے ایک ایسی بات کہہ دی کہ میرا موڈ یکلخت خراب ہو گیا۔

"آج تمہارے سب سے بڑے بھائی ملے تھے لیکن انہوں نے تمہارے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا۔ تم ٹھہرے تو ان ہی کے ہاں ہو گے۔"

"نہیں۔" میں نے بمشکل خون کا گھونٹ پی کر اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"اسی ہوٹل میں......"

"تعجب ہے۔" قادری نے کہا۔ "بھائی کے ہوتے ہوئے بھی تم ہوٹل میں مقیم ہو۔"

"میں آج ہی حیدر آباد آیا ہوں۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "بھائی صاحب کا پتا موجود نہیں تھا اس لئے ہوٹل میں ٹک گیا۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو افضل بیگ۔" قادری نے غیر یقینی انداز میں کہا۔ "بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تم کو اپنے بڑے بھائی کا پتا نہ معلوم ہو۔ اگر ایسا تھا بھی تو تم کسی پولیس والے سے دریافت کر سکتے تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا بھائی صاحب آج کل حیدر آباد میں ہی تعینات ہیں۔"

"تعینات کی بھی ایک ہی کہی تم نے۔ میاں صاحب زادے حیدر آباد کا تو بچہ بچہ نواب صاحب سے واقف ہے۔" قادری نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر برا نہ مانو تو ایک راز کی بات اور بتا دوں۔"

"کہو۔"

"جب سے تمہارے بھائی حیدر آباد میں مقیم ہوئے ہیں۔ یہاں کی طوائفوں کی بن آئی ہے۔ آئے دن ان کے بنگلے پر مجرا ہوتا رہتا ہے۔ جس میں پولیس کے اعلیٰ افسران بھی شریک ہوتے ہیں۔ ایس پی ماتھر تو ہر وقت تمہارے بھائی کے دروازے پر ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے۔ عورتوں کے معاملے میں وہ بے حد ندیدہ واقع ہوا ہے۔"

"ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے ان باتوں سے بھلا کیا سروکار۔"

قادری بہت دیر تک بیٹھا مجھ سے بھائی صاحب کی رنگ رلیوں اور عاشقانہ مزاج کے بارے میں گفتگو کرتا رہا اور میں یوں ہی ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا۔ قادری کی زبانی یہ اطلاع پا کر کہ میرے بھائی صاحب باقاعدہ جاگیردار ہو گئے ہیں۔ مجھے مطلق کوئی خوشی نہیں ہوئی بلکہ میرا جذبہ انتقام اور بھڑک اٹھا۔

باتوں باتوں میں، میں نے ان کے بنگلے کا پتا بھی دریافت کر لیا تھا۔ قادری نے مجھے اپنے گھر مدعو کیا جس کی میں نے بہت رد و کد کے بعد ہامی بھر لی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے بیرے کو بلا کر بل کی ادائیگی کی اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ ایک قریبی دکان سے میں نے اپنے لئے دو تین ماڈرن قسم کے جوڑے خریدے اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اب وہ لمحہ آن پہنچا تھا جس کا مجھے مدتوں سے انتظار تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے زندگی کی نہج کو بدل ڈالا تھا اور جس کے لئے میں نے بڑی قربانیاں دی تھیں۔ میں نے شمشان گھاٹ کے متعفن ماحول میں سخت جاپ کیا اور پُراسرار شکتی حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی اذیتیں سہی تھیں۔ اب وہ لمحہ آن پہنچا تھا۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا میں مضطرب ہوا جا رہا تھا۔ میں جلد سے جلد اپنے بھائیوں کو ان کے کئے کی عبرت ناک سزا دینا چاہتا تھا۔

جس قدر میں اپنے ماضی، اپنے ریاض اور اپنی اذیتوں کے بارے میں سوچتا، اسی قدر میرا خون کھولنے لگتا۔ نرملا کے دھوکے کے بعد تو میں یوں بھی انسانوں کو کم تر وحقیر سمجھنے لگا تھا۔ اگر پاربتی درمیان میں نہ آتی تو میں تمام انسانوں کا خون پی لیتا۔

اس دن گھڑیاں سست چل رہی تھیں۔ میں کمرے میں بری طرح ٹہل رہا تھا اور اپنے بھائی کو دیئے جانے والی سزاؤں کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ وقت تھا کہ کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔

رات گیارہ بجے تک میں اپنے کمرے میں بیٹھا پیچ وتاب کھاتا رہا پھر میں نے اچھی قسم کا لباس پہنا اور ہوٹل سے نکل کر ایک گاڑی میں اپنے بھائی کے بنگلے کی طرف چل دیا۔ جوں جوں میری منزل قریب آتی جارہی تھی توں توں میرے ذہن میں سلگتی ہوئی چنگاریاں شعلے کا روپ اختیار کرتی جارہی تھیں۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ اپنے بڑے بھائی کو جس نے بزرگوں کی جائداد کے بٹوارے کے وقت میری حق تلفی کی تھی اور مجھے گرفتار کرادینے کی دھمکی دے کر دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا، ایسی سزا دوں گا جسے وہ تمام عمر یاد رکھے گا۔

خون کی گردش کے ساتھ ساتھ میری رفتار بھی تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھی۔ میں اپنے اندر ایسی توانائی محسوس کر رہا تھا جو بڑی سے بڑی طاقتوں کو ایک لمحے میں نیست ونابود کردیتی ہے۔

میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ ڈرائیور کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔

”صاحب وہ سامنے جو برقی قمقمے روشن نظر آرہے ہیں، وہی بڑے جاگیردار صاحب کی کوٹھی ہے۔“

میں نے ڈرائیور کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ جس مکان کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا، وہ برقی روشنیوں کا ایک محل نظر آرہا تھا۔ میرا خون جوش مارنے لگا۔ انتقام کی آگ میرے سینے کو جلائے ڈال رہی تھی۔ مجھے وہ دن یاد آگیا جب میرے والد کا انتقال ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ باپ کی موت کے بعد میرے بڑے بھائی مجھ سے شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کریں گے اور باپ کی جدائی محسوس نہ ہونے دیں گے لیکن چند ہی دنوں بعد بھائیوں کی آنکھیں بدل گئیں۔ باپ کا کفن ابھی پوری طرح میلا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ آبائی جائداد کے بٹوارے کا مسئلہ کھڑا ہوگیا۔ ہرچند کہ مجھے یہ بات پسند نہ آئی تھی کہ اتنی جلدی جائداد کا بٹوارا کیا جائے لیکن میں خاموش رہا۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ جو کچھ میرے حصے میں آئے گا اسے صبر وشکر سے قبول کرلوں گا کسی قسم کا لڑائی جھگڑا کرکے والد صاحب کی روح کو تکلیف نہ پہنچاؤں گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مجھے بالکل ہی نظر انداز کردیا گیا۔ میں نے دبی زبان میں وجہ پوچھی تو میرے بڑے بھائی نے نہ صرف یہ کہ...... مجھے ڈانٹا ڈپٹا بلکہ یہ دھمکی بھی دی کہ اگر میں نے اپنے حق کے سلسلے میں زبان کھولی تو وہ مجھے گرفتار کروادیں گے۔

گزرے ہوئے واقعات یکے بعد دیگرے میرے ذہن میں ابھرتے رہے۔ اف ان لوگوں نے

میری زندگی کس قدر اجیرن کردی تھی۔ اب تک میرے ساتھ جو کچھ ہوا تھا، اس کی تمام تر ذمہ داری میرے بڑے بھائی پر عائد ہوتی تھی جو میرا حق مار کر صاحب جائداد بنے بیٹھے تھے۔ بقول قادری حیدر آباد (دکن) کا بچہ بچہ انہیں ایک بڑے جاگیردار کی حیثیت سے جانتا تھا۔ اس کے برعکس حالات نے مجھے افضل بیگ سے کرشن کمار بننے پر مجبور کردیا تھا۔ بہرحال میں پوری طرح ٹھان چکا تھا کہ ان جاگیردار صاحب کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ بھی تمام عمر مجھے یاد رکھیں گے۔ میرا خون کھول رہا تھا۔

گاڑی مطلوبہ کوٹھی کے قریب پہنچ کر رکی تو میں نے دیکھا کہ بڑی بڑی جھلملاتی کاروں کی ایک قطار وہاں موجود ہے۔ اندر سے گانے بجانے کی دلکش آوازیں آرہی تھیں۔ میں ابھی کوٹھی کی بیرونی سجاوٹ کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک باوردی ملازم لپکتا ہوا گاڑی کے قریب آیا اور دروازہ کھول کر ایک طرف ہوگیا۔ میں نے ملازم کی سج دھج کو بغور دیکھا پھر دل ہی دل میں کھولتا ہوا نیچے اتر آیا۔

ملازم کی رہنمائی میں جس وقت میں اس بڑے ہال میں پہنچا جہاں راگ رنگ کی محفل جمی ہوئی تھی تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پورا ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ فرش پر قیمتی قالین تھا جس پر شہر کے رؤسا گاؤ تکیے جمائے رقص وسرود کی محفل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ دو خواجہ سرا تھرکتے مٹکتے نوابین کو شراب فراہم کرنے میں مصروف تھے۔ ہال میں ایک سمت چبوترے نما اسٹیج بنا ہوا تھا جس پر ایک خوب صورت طوائف رقص کرنے میں مصروف تھی دوسری طوائفیں مہمانوں کے ساتھ ادھر ادھر بیٹھی ان کا دل بہلانے کے لئے اپنی عشوہ طرازیوں کا جادو جگا رہی تھیں۔ یہ بڑا ہال بادشاہوں کے ایوانوں کی یاد تازہ کررہا تھا۔ چھت پر فانوس لٹکے ہوئے تھے۔ حسین وجمیل دوشیزاؤں کا ہجوم تھا۔ راگ رنگ تھا، سرگوشیاں تھیں۔ خواب طرب انگیز کا دور دورہ تھا۔ اور ہر شخص اس صنم خانہ رنگ وبو میں مدہوش نظر آرہا تھا۔ بڑے بھائی کی زندگی اس انداز سے بسر ہو رہی ہے، یہ میرے تصور میں بھی نہیں آسکتا تھا۔

معاً میری نظر اپنے بڑے بھائی پر پڑی جو ہال میں بائیں جانب بڑے کروفر سے بیٹھے تھے۔ ان کے اردگرد تین پری جمال شوخ وشنگ لڑکیاں بیٹھی مسکرا مسکرا کر ان کا دل لبھا رہی تھیں۔ بھائی صاحب کے داہنی جانب تو ایک نواب بزرگ موجود تھے۔ بائیں جانب جو شخص بیٹھا تھا وہ گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔ چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہوگا لیکن اس وقت وہ جس انداز میں بھائی صاحب سے گفتگو کر رہا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان کے خاص مداحوں میں سے ہے۔ لڑکیوں کو گھورنے تکنے کے معاملے میں بھی وہ بے حد بے تاب نظر آتا تھا۔ اس وقت مجھے قادری کی بات یاد آگئی۔ قادری نے مجھے بتایا تھا کہ ایس پی ماتھر بھائی صاحب کے سامنے ہاتھ باندھے ہر وقت موجود رہتا ہے اور یہ کہ عورتوں کے معاملے میں وہ بہت زیادہ ندیدہ واقع ہوا ہے۔

میں نے ایک بار پھر اس کو غور سے دیکھا۔ ڈیل ڈول اور رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے بھی وہ مجھے کوئی

سخت گیر پولیس والا آفیسر ہی نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے تک بھائی صاحب کے ٹھاٹ باٹ اور محفل کے رنگ ڈھنگ کو دیکھتا رہا پھر نوابانہ شان سے سب سے بے نیاز ہو کر اعتماد سے آگے بڑھا۔ ایک گاؤ تکیہ اٹھایا اور اپنی نشست جمالی۔ میرے اردگرد بیٹھے ہوئے افراد شراب و شباب سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایک مرہٹی رقاصہ بدستور طبلے کی تھاپ پر تھرک رہی تھی لیکن میں دیدہ و دانستہ بھائی صاحب ہی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ دراصل میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر پہچانتے بھی ہیں یا نہیں۔ ایک بار اتفاقیہ ہماری نظریں بھی چار ہوئیں مگر بھائی صاحب نے مجھ پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ مجھے دیکھ کر یقیناً انہیں کچھ یاد نہ آیا ہوگا، ممکن ہے وہ اب یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ افضل بیگ کہیں مر کھپ گیا ہوگیا۔ کون ان ہنگاموں میں کسی کو یاد رکھ سکتا ہے اور بھائی صاحب کے لئے مجھے یاد نہ رکھنا ہی بہتر تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر یہی سمجھے ہوں گے جیسے میں بھی مدعوین میں سے ایک تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ان کی نگاہوں کا مرکز یا تو حسین و جمیل لڑکی تھی جو ان کے سیدھے ہاتھ پر موجود تھی اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگتی تھی یا پھر وہ شخص تھا جس پر مجھے ایسے پی ماتھر ہونے کا شبہ ہوا تھا۔

اگر میں چاہتا تو ایک ہی اشارے میں بھائی صاحب کو ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ اس طرح اپنا انتقام پورا کروں کہ پوری محفل دیکھے اور بھائی صاحب بھی تمام زندگی یاد رکھیں۔ چنانچہ میں خاموش بیٹھا کسی مناسب موقع کا منتظر تھا۔ ایک کے بعد دوسری پھر تیسری طوائف کا نمبر آتا رہا۔ شراب کا دور چلتا رہا۔ محفل رنگ پر آتی رہی۔ ایک خولجہ سرا نے مجھے بھی شراب کی پیش کش کی جسے میں نے اشارے سے رد کر دیا۔ مجھے ان ہنگاموں سے مطلق کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں اندر ہی اندر گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک ایک سریلی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک خوب صورت لڑکی میرے قریب بیٹھی نہ جانے کتنی دیر سے مجھے تکے جا رہی تھی۔ کچھ دیر پیشتر میں نے اسے دوسرے لوگوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ میرے قریب کب اور کیوں کر آئی تھی اس کا مجھے علم نہ تھا لیکن جب اس نے مجھے مخاطب کیا تو مجھے مجبوراً اپنی توجہ اس کی جانب مبذول کرنی پڑی۔ وہ حقیقتاً بڑی حسین تھی جن سرشار نگاہوں سے وہ مجھ دیکھ رہی تھی، ان کا مفہوم میں بھی بخوبی سمجھ چکا تھا لیکن میں جان بوجھ کر انجان بنا رہا اور بڑی معصومیت سے بولا۔

''خاتون، کیا آپ نے مجھے مخاطب کیا تھا۔''

''جی۔'' وہ اپنے ہونٹوں پر تبسم بکھیر کر بولی۔ ''میں بڑی دیر سے آپ کو مخاطب کرنا چاہتی تھی لیکن اس بات کا خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں میری یہ جسارت حضور والا پر گراں نہ گزرے۔ آپ جاگیردار صاحب کے کوئی نئے مہمان معلوم ہوتے ہیں۔ میں بڑی دیر سے آپ کو تنہا اور چپ چاپ سا دیکھ رہی

ہوں۔''

''جی ہاں، میں آج آپ کی محفل میں پہلی بار آیا ہوں۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''معاف کیجئے، میں پوچھ سکتی ہوں کیا حیدرآباد میں مستقل قیام نہیں ہے آپ کا۔''

''نہیں، کاروبار کے سلسلے میں چند دنوں کے لئے آیا ہوں۔''

''خوب، مگر جب آپ یہاں تشریف لائے ہیں تو اس محفل رقص و سرود میں شامل ہو جائے۔ جاگیردار صاحب کی محفلیں سارے حیدرآباد میں مشہور ہیں۔ یہاں سب سے بڑی بات تو یہی ہے کہ اس محفل میں ہر شخص آزاد ہے اس لئے ہر شخص پوری طرح لطف لینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔'' لڑکی نے ہوشربا نگاہوں سے مجھے تکتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا میں آپ کو کچھ پیش کروں۔''

''کیا آپ بقول جاگیردار صاحب آب حیات سے شوق فرماتے ہیں۔'' وہ اٹھلاتے ہوئے بولی۔

''فی الحال تو کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' میں نے اس کی طرف ایک بار التفات سے دیکھا اور کہا۔ ''مگر آئندہ کے لئے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ شاید کچھ کرنا پڑ جائے۔''

لڑکی میرے جواب پر شرما گئی۔ اس کی یہ ادا مجھے بری نہیں لگی۔ وہ لڑکی التفات کی جانب مائل تھی۔ میں اس کی شیریں گفتگو لہجے کے گداز اور آنکھوں کی چمک سے متاثر ہو رہا تھا۔ میرا جی اس سے گفتگو کرنے کو چاہا۔ اس کے دعوت دینے والے انداز میں کچھ ایسی ہی پیش کش تھی مگر پھر مجھے خیال آیا کہ میں تو پاربتی جیسی دیوی کا محبوب ہوں۔ پاربتی نے مجھ سے وعدہ لیا ہے، پاربتی جو حسن و جمال کی دیوی ہے۔ میں نے پاربتی کا نام اپنے دل میں لیا اور اس لڑکی کا خیال دل سے نکال دیا۔ البتہ مجھے اسے کچھ دیر کے لئے اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ میں اس کے قریب آیا۔ اس کے التفات کا جواب التفات سے دیا اور اس پر نوازشوں کا تاثر قائم کیا۔ میں اس سے بھائی صاحب اور محفل میں موجود دوسرے افراد کے بارے میں معلوم حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ جب وہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی تو میں نے اس سے سب سے پہلے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو بھائی صاحب کے بائیں جانب بیٹھا تھا اور اس وقت بھی ایک لڑکی کو یوں گھور رہا تھا جیسے نگاہوں ہی نگاہوں میں کھا جانا چاہتا تھا۔

''اس شخص کا نام ماتھر ہے۔ پولیس کے بڑے عہدے پر فائز ہے۔'' لڑکی نے ناخوش گوار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''جاگیردار صاحب نے نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے کہ یہ ان کا تابعدار بنا ہوا ہے۔ بڑی سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔ ایک بار جس مجرم کے پیچھے پڑ جائے، اسے پانی میں ڈوبا بھی نہیں چھوڑتا۔''

''سنا ہے جاگیردار صاحب بھی کسی زمانے میں پولیس کے محکمے میں رہ چکے ہیں۔''

''میں نے بھی یہی سنا ہے لیکن ماتھر اور جاگیردار صاحب کی دوستی کا راز تو کچھ اور ہی ہے۔'' لڑکی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''وہ کیا؟'' میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

''بیگ صاحب کی طبیعت کچھ اور ہے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ آئے دن یہاں محفلیں جمتی رہتی ہیں۔'' لڑکی دبی زبان میں بولی۔ ''ماتھر صاحب حسین لڑکیوں کے معاملے میں بڑے ندیدے واقع ہوئے ہیں اور بیگ صاحب کے ہاں ہندوستان کی حسین لڑکیوں کا ہجوم ہمیشہ موجود رہتا ہے اسی لئے ماتھر صاحب، بیگ صاحب کے زرخرید غلام بنے ہوئے ہیں۔''

''مگر ماتھر کو حسین لڑکیوں کی کیا کمی ہے؟'' میں نے اس بار تعجب سے پوچھا۔

''اس کے لئے عورتوں اور لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب سے بیگ صاحب یہاں آئے ہیں، انہوں نے حسین لڑکیاں چن چن کر انہیں اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے۔ یوں بھی وہ صاحب حیثیت ہیں اس لئے ماتھر کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ جاگیردار صاحب کی دوستی کا دم بھرتا رہے۔'' لڑکی کچھ دیر مجھے بڑی تفصیل سے بھائی صاحب اور ایس پی ماتھر کے تعلقات کے بارے میں بتاتی رہی پھر اس نے بھائی صاحب کے سیدھے ہاتھ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ جو آسمانی لباس میں بیٹھی ہے، اس کا نام زہرہ ہے۔ حیدرآباد کے نہ جانے کتنے نواب اس کی دہلیز پر ناک رگڑ چکے ہیں لیکن بیگ صاحب نے اسے بھی اپنا بے دام غلام بنا رکھا ہے۔ میرا خیال ہے ماتھر آج کل اسی چکر میں ہے۔ بڑی غضب کی گانے والی ہے۔''

''پھر تو آج بھی اس کا گانا ضرور ہوگا۔''

''کوئی محفل اس کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی۔ جاگیردار صاحب تو ان دنوں اس پر بری طرح والہ و شیدا ہیں۔''

لڑکی بڑی دیر تک میرے پاس بیٹھی ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی لیکن جب اس نے محسوس کرلیا کہ میرے التفات میں کوئی شدت پیدا نہیں ہوئی تو وہ منہ بنا کر اٹھ گئی۔ مجھے اس کے اس طرح جانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پاربتی کا نام جس وقت میرے ذہن میں آیا تھا مجھے سارے ہنگامے، یہ راگ رنگ، یہ رقص و سرود، یہ محفل حسن و جمال سب بے کیف اور بے رنگ معلوم ہو رہا تھا۔ پاربتی کے نام پر مجھے اپنا عرفان دوبارہ نصیب ہوا تھا۔ میں اس محفل میں خود کو سب سے زیادہ طاقت ور شخص سمجھ رہا تھا اور میں تھا بھی۔ میں نے شکتی حاصل کرکے اپنے جذبوں کی قربانی دی تھی۔ پاربتی کے بعد اور کون حسین ہوگا۔ اس پُراسرار طاقت سے بڑی طاقت اور کیا ہوگی۔ میں پاربتی کے لازوال حسن اور اس کی مہان شکتی سے آسودہ تھا۔ اب مجھے سچ پوچھئے تو انسان حقیر نظر آتے تھے، کیڑے مکوڑے۔ انسانوں نے میرے

ساتھ دھوکا بھی تو بہت کیا تھا۔ وہ سامنے میرا بھائی بیٹھا ہوا تھا جو میری دولت کے بل بوتے پر عیش و نشاط کی محفلیں گرم کر رہا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ اس ساری محفل کو آگ لگا دوں تاکہ یہ سب جل بھن کر خاک ہوجائیں۔ اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ مجھ سے اور برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اس انتقام کے لئے جو اذیتیں سہی تھیں جن کربناک حالات سے دوچار ہوا تھا۔ اس آگ کو بجھانے کا وقت آگیا تھا۔ میری نظریں اب زہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر میں یونہی گاؤ تکئے پر نیم دراز اسے گھورتا رہا پھر میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا۔ میں نے رقص کرنے والی طوائف کو دیکھا پھر ایک منتر جو مجھے پاربتی نے بتایا تھا پڑھ کر اس کی طرف پھونک دیا۔ میرا منتر کا پھونکنا تھا کہ چبوترے سے ایک شعلہ اٹھا اور طوائف کے جسم کو جھلسا کر غائب ہوگیا۔

محفل جو کچھ دیر پہلے تک باغ و بہار بنی ہوئی تھی یکلخت بدل گئی۔ بہکے ہوئے تماش بین بھی اس اچانک اور غیر متوقع حادثے پر دنگ رہ گئے۔ دوسروں کے علاوہ بھائی صاحب اور ماتھر بھی اٹھ کر چبوترے کی طرف لپکے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ناچنے والی رقاصہ کے گرد لوگوں کا ہجوم جمع ہوگیا۔ لڑکیاں اپنی اپنی جگہوں پر سہمی بیٹھی تھیں۔ مجھے اسی وقت کا انتظار تھا چنانچہ میں بڑے اطمینان سے اٹھا اور قدم بڑھاتا زہرہ کے قریب جا کر بڑی بے تکلفی سے بیٹھ گیا۔ وہ چبوترے کی طرف متوجہ تھی۔

''زہرہ بائی، کیا دیکھ رہی ہو اس طرف۔'' میں نے زہرہ کو مخاطب کیا تو وہ اس طرح چونک پڑی جیسے میرے جملے بم بن کر اس پر گرے ہوں۔ ایک نظر اس نے مجھ پر ڈالی پھر تیوری پر بل لا کر بولی۔

''کون ہو جی تم؟''

''گھبراؤ نہیں زہرہ بائی۔ میں نے یہ شعبدہ محض تمہارا قرب حاصل کرنے کے لئے دکھایا تھا۔''

''چلتے نظر آؤ اجنبی۔'' زہرہ بگڑے ہوئے تیور سے بولی۔ ''اگر میں نے تمہاری جسارت کی اطلاع جاگیردار صاحب کو کردی تو بھری محفل میں تمہاری تکا بوٹی کردی جائے گی۔''

''بڑا گھمنڈ ہے تمہیں اپنے جاگیردار صاحب پر، کیوں؟'' میں نے اسے غصہ دلانے کی خاطر نفرت سے کہا۔

''ٹھہرو۔ ابھی بتاتی ہوں تمہیں۔'' زہرہ چمک کر بولی۔ وہ جانے کے لئے اٹھی تو میں نے ہاتھ پکڑ لیا اور غصیلے لہجے میں بولا۔

''بیٹھی رہو زہرہ بائی۔ تکلیف کیوں کرتی ہو۔ مجھے غصہ مت دلاؤ ورنہ میں تمہارا یہ حسن بھی خاک میں ملا دوں گا۔''

زہرہ نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے چھڑا لیا اور بل کھاتی ہوئی کھڑی ہوگئی لیکن ابھی وہ بمشکل دو چار قدم ہی آگے بڑھ سکی تھی کہ میں نے دوسرا منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونک دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ

چیختی ہوئی فرش پر گری اور اس طرح تڑپنے لگی جیسے کوئی غیر مرئی قوت اس کا گلا دبا رہی ہو۔ بھائی صاحب نے زہرہ کی چیخ کی آواز سنی تو بوکھلائے ہوئے پلٹے۔ ایس پی ماتھر بھی ان کے ساتھ تھا۔ بھیڑ جواب تک جھلس جانے والی طوائف کے گرد جمع تھی، زہرہ کے گرد جمع ہوگئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یکے بعد دیگرے دو حادثے اچانک کیسے رونما ہوگئے۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' بھائی صاحب کی گرج دار آواز ہال میں گونجی۔

بھائی صاحب زہرہ کے قریب بیٹھے پوچھ رہے تھے کہ اسے کیا ہوا لیکن وہ جواب دینے کے بجائے ماہیِ بے آب کی طرح تڑپے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں اپنی جگہ بیٹھا یہ تماشا دیکھتا رہا پھر اٹھ کر مجمع کو ہٹاتا ہوا آگے بڑھا اور گرج دار آواز میں بولا۔

''تم سب اس عورت سے دور ہو جاؤ۔ میں اس کی بیماری کا علاج جانتا ہوں۔

میری آواز میں کچھ ایسی ہی گھن گرج تھی کہ باقی افراد تو پیچھے ہٹ گئے لیکن بھائی صاحب اور ماتھر وہیں موجود رہے اور مجھے گھورنے لگے۔''

''کون ہو تم؟'' ماتھر نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''یہ میں سمے آنے پر بتاؤں گا ماتھر جی کی میں کون ہوں۔'' میں نے ماتھر کو ٹکا سا جواب دیا پھر اپنا ہاتھ بلند کر کے میں نے ایک اور منتر پڑھا اور آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ زہرہ کے گال پر رکھ دیا۔ میرے ہاتھ کا زہرہ پر لگنا تھا کہ وہ یک دم ٹھیک ہوگئی اور یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سب کو دیکھنے لگی جیسے پوچھ رہی ہو کہ اسے فرش پر کس نے لٹایا ہے پھر اس کی نظر مجھ پر پڑی تو تیزی سے اٹھی اور بھائی صاحب کا ہاتھ تھام کر بولی۔

''جاگیردار صاحب، مجھے اس شخص سے بچاؤ۔ یہ مجھے کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔''

میں نے زہرہ کے چہرے سے نظر ہٹا کر بھائی صاحب کی طرف دیکھا تو دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس وقت مجھے جن نظروں سے دیکھ رہے تھے، ان سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں۔ میں نے اپنی آنکھیں ان کی آنکھوں میں ڈال دیں اور شدید غیظ و غضب کے عالم میں بھائی صاحب کو دیکھا۔ مجھے یقین ہے کہ میری آنکھوں سے اس وقت خون رس رہا تھا۔ میری حالت کو دیکھ کر بھائی صاحب تو کچھ نہ بولے لیکن ماتھر کڑک کر مخاطب ہوا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''میرا نام کرشن کمار مہاراج ہے ماتھر جی۔'' میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''آج ہی یاترا سے واپس آیا ہوں۔ کسی نے بتایا کہ یہاں سندر سندر ناریاں ناچ رہی ہیں۔ سو بھیس بدل کر چلا آیا۔''

''لیکن تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی تھی۔'' ماتھر غصے سے بولا۔ جوش کے مارے اس

کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

''بھگوان کی دھرتی پر رشی منی اور پجاریوں کو کہیں آنے جانے کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی ماتھر جی۔ پرنتو کیا میں جان سکتا ہوں کہ تم اتنے لال پیلے کیوں ہو رہے ہو؟''

''بکواس بند کرو ورنہ جیل میں بند کر کے سڑوا دوں گا۔'' ماتھر نے گرج کر کہا۔

اچانک گزرے ہوئے واقعات دوبارہ میرے ذہن میں تازہ ہو گئے۔ یہی جملے جائداد کے بٹوارے کے وقت میرے بڑے بھائی نے مجھ سے کہے تھے۔ میرے زخم ہرے ہوئے تو انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ مجھے بذاتِ خود ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے تمام جسم سے شعلے نکل رہے ہوں۔ قریب تھا کہ میں کوئی سخت اقدام کر گزرتا کہ بھائی صاحب لپک کر میرے قریب آئے اور آہستہ سے بولے۔

''کیا واقعی تمہارا نام کرشن کمار ہے۔''

''کیوں تمہیں اچنبھا کیوں ہو رہا ہے جاگیردار صاحب بہادر۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''میں مان نہیں سکتا۔ تم افضل بیگ ہو۔ ہو بہو افضل بیگ۔''

''افضل بیگ۔'' میں نے فلک شگاف قہقہہ بلند کیا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ ''کس افضل بیگ کی بات کر رہے ہو جاگیردار صاحب۔''

''تم...... صدفی صد وہی ہو۔'' بھائی صاحب نے بڑے وثوق سے کہا۔ ''میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔ تمہارا نام افضل بیگ ہے۔''

''نہیں۔ میرا شبھ نام کرشن کمار مہاراج ہے۔'' میں حقارت سے بولا۔ ''تم جس افضل بیگ کی بات کر رہے ہو، جاگیردار صاحب اسے مرے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔ وہ کمزور تھا اس لئے اس کا مر جانا ہی اچھا تھا۔''

بھائی صاحب حیرت سے منہ پھاڑے کھڑے مجھے دیکھتے رہے۔ زہرہ بائی کی خشمگیں نگاہیں بھی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ایس پی ماتھر غصے میں تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بھائی صاحب خاموش ہوئے تو وہ بولا۔

''بیگ صاحب، کیا آپ اس شخص سے واقف ہیں۔''

''ماتھر۔'' میں بگڑے ہوئے تیور سے بولا۔ ''تمہیں کس بات کی چنتا بیاکل کر رہی ہے۔ یوں بھی جب دو منش بات کر رہے ہوں تو کسی تیسرے کا درمیان میں ٹانگ پھنسانا اچھا نہیں ہوتا۔''

''ماتھر۔ تم درمیان میں نہ بولو۔'' بھائی صاحب نے جلدی سے کہا۔ ''میں اس آدمی کو جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''تم میرے حال پر دیا مت کرو جاگیردار صاحب۔'' میں نے نفرت سے کہا پھر ماتھر کو گھور کر

بولا۔ ''ماتھر جی، تمہارے من میں کیا ہے یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم زہرہ بائی کے کارن مجھے نیچا دکھانے کا جو خواب دیکھ رہے ہو، وہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔ پرنتو اگر تم میں اتنی شکتی ہے کہ تم مجھ سے ٹکرا سکو تو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ آزما لو دو چار ہاتھ۔''

میں نے یہ جملہ جان بوجھ کر بولا تھا۔ ایس پی ماتھر میرا جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ زہرہ بائی کی موجودگی میں وہ بھلا اپنی بے عزتی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ زہرہ بائی کے علاوہ دوسرے معزز افراد کا خیال بھی اسے تھا چنانچہ ایک ہی سانس میں جو کچھ اس کے منہ میں آیا کہتا چلا گیا پھر وہ بڑی جلالی حالت میں میری طرف بڑھا ہی تھا کہ میں نے پاربتی کا نام لے کر خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، اس نے تمام حاضرین کو حواس باختہ کر دیا۔ ایس پی ماتھر فرش پر پڑا بری طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہا تھا اس کا تنومند جسم دو چار جھٹکے لے کر ساکت ہو گیا۔

بھائی صاحب اور زہرہ کے چہرے فق ہو کر رہ گئے۔ حاضرین جوتے چھوڑ کر بے تحاشا بھاگنے لگے چند منٹ پیشتر جہاں راگ رنگ اور رقص و سرود کی محفل گرم تھی، اب وہاں میرے بھائی صاحب، زہرہ بائی اور دو خواجہ سراؤں کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔ سارا ماحول بے حد پُراسرار اور ڈراؤنا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک موت کی خاموشی طاری رہی پھر بھائی صاحب نے لڑکھڑاتی آواز میں مجھے مخاطب کر کے پوچھا۔

''افضل بیگ، کیا تم نے اسے مار ڈالا۔''

''کرشن کمار مہاراج کہو جاگیردار صاحب۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''کیا تم یہ بھول گئے تھے کہ ظلم جب حد سے گزر جائے تو پاؤں تلے دبی ہوئی چیونٹی بھی کاٹ لیتی ہے۔ میں کبھی تمہارا بھائی تھا جسے تم نے گرفتار کرا دینے کی دھمکی دے کر جائداد سے محروم کر دیا تھا اور دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا۔ پرنتو اب سمے آ گیا ہے جب تمہیں بھی میری طرح سخت کٹھناؤں سے دوچار ہونا پڑے گا اور یقین کرو جاگیردار صاحب، میں بھی تمہارے ساتھ کوئی رحم نہیں کروں گا۔''

بھائی چونکہ میری قوت کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے اس لئے میری بات سن کر ان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ منہ سے تو کچھ نہ بولے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت ان پر سکتے کی کیفیت طاری ہے زہرہ بائی ششدر کھڑی سب کچھ سن رہی تھی جب اس نے دیکھا کہ جاگیردار صاحب کی امارت میرے سامنے بے بس ہو گئی ہے تو اس نے بچ کر نکل جانا چاہا لیکن ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

''تم کہاں جا رہی ہو زہرہ بائی، کیا پریم اسی کو کہتے ہیں کہ جب چاہنے والے پر برا وقت آئے تو محبوب جان بچا کر بھاگ لے۔ کیا تم اس آڑے وقت میں جاگیردار صاحب کا ساتھ نہیں دو گی؟''

''مہاراج ...... میں بے قصور ہوں ...... مجھے معاف کر دو۔'' زہرہ بائی جو بری طرح مجھ سے خائف ہو چکی تھی، گڑگڑانے لگی۔ ''میں نے تمہارے ساتھ کوئی دھوکا اور فریب نہیں کیا۔''

''کیوں؟ کیا تم نے بھی میری تکہ بوٹی کرانے کی دھمکی نہیں دی تھی اور کیا تم نے اب تک جاگیردار صاحب کے لاکھوں روپے نہیں بٹورے ہوں گے جن میں کچھ حصہ میرا بھی تھا۔''

''میں آپ کو منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں مہاراج بشرطیکہ آپ مجھے معاف کر دیں۔''

''میں تجھے شما کر سکتا ہوں پرنتو تجھے اپنے پاپوں کے لئے تھوڑا کشٹ ضرور اٹھانا ہوگا۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر اپنا سیدھا ہاتھ اٹھا کر درمیانی انگلی جھٹک دی۔

میرا انگلی جھٹکنا تھا کہ ایک شعلہ تیزی سے لپکا اور پل بھر میں زہرہ بائی کے حسین چہرے کو جلا کر مسخ کر گیا۔ درد کی شدت سے اس نے کربناک چیخ ماری پھر بے ہوش ہو کر فرش پر بچھے قالین پر الٹ گئی۔ دونوں خواجہ سرا کولہے مٹکاتے تیزی سے بھاگ گئے۔ بڑے ہال میں اب میرے اور بھائی صاحب کے علاوہ کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔ بھائی صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے ان کی نگاہوں میں رحم کی درخواست پڑھی تو انتقام کا جذبہ اور بھڑک اٹھا لیکن میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ بھائی صاحب سکتے کی حالت میں ...... گنگ سے کھڑے مجھے خوف زدہ نظروں سے گھورتے رہے پھر مردہ سی آواز میں بولے۔

''میں نے تمہاری جو حق تلفی کی ہے اس کا مجھے افسوس ہے لیکن اب میں تمہارا حق دینے کو تیار ہوں۔''

''اب سمے بیت چکا ہے، جاگیردار صاحب۔'' میں نے حقارت سے جواب دیا۔ ''جب میں کمزور اور بے بس تھا اس وقت تم نے مجھے دھتکار دیا تھا لیکن آج جب میں دیوی دیوتاؤں کی کرپا سے مہان شکتی کا مالک بن گیا ہوں تو تم میرے سامنے سر جھکا رہے ہو۔ پرنتو مجھے یہ سودا منظور نہیں۔ میں نے آج تک جو اذیتیں برداشت کی ہیں، وہ میں جانتا ہوں اور اس کا تقاضا ہے کہ اب تمہیں ایسی سزا دی جائے کہ تم تمام جیون یاد رکھو اور اپنی دولت اور حکومت کے نشے میں آ کر کسی مجبور کا دل نہ دکھا سکو۔''

''م میں ...... میں تمہارا بڑا بھائی ہوں۔'' بھائی صاحب نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ ''میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے لیکن تمہاری بھاوج اور بھتیجوں نے تو کچھ نہیں کیا ہے۔ اگر تم نے مجھے زک پہنچائی تو اس کا اثر ان لوگوں پر بھی پڑے گا۔''

''کیا مجھے جائداد سے محروم کرتے وقت تمہیں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ باپ کی آتما قبر میں تڑپ اٹھی ہوگی۔'' میں نے نفرت سے کہا۔

''وہ سب کچھ ٹھیک ہے مگر اب تو تم جتنی دولت چاہو، میں تمہیں دے سکتا ہوں۔''

"اب مجھے کچھ نہیں چاہئے جاگیردار صاحب۔" میں زہر خند لہجے میں بولا۔ "پاربتی دیوی کی کرپا سے اب مجھے اتنی شکتی حاصل ہے کہ اگر میں مٹی کو بھی ہاتھ لگاؤں تو وہ بھی سونا بن سکتی ہے۔"

"تم چاہتے کیا ہو پھر؟"

"میں جو چاہتا ہوں، وہ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔" میں نے غصیلی آواز میں کہا۔

"نہیں...... نہیں افضل نہیں...... میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔"

بھائی صاحب خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگے۔ ان کو اس درجہ خوفزدہ دیکھ کر مجھے یک گونہ مسرت ہو رہی تھی لیکن میرا جذبہ انتقام ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا چنانچہ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"گھبراؤ مت جاگیردار صاحب، میں تمہیں ماتھر کی طرح جان سے نہیں ماروں گا لیکن تمہیں سزا دیئے بغیر میرا کلیجا ٹھنڈا بھی نہیں ہو گا اس لئے میں اپنی مہان شکتی سے تم کو اندھا اور لنگڑا کر دوں گا تاکہ تمام دنیا تمہارے اس عبرت ناک انجام کو دیکھتی رہے۔ رہا مال و دولت کا سوال تو وہ میں نہیں لوں گا۔ تمہارا خزانہ تمہارے بیوی اور بچوں کے کام آئے گا۔"

میرا خیال تھا کہ بھائی صاحب ابھی میرے سامنے اور ہاتھ جوڑیں گے اور گڑگڑائیں گے لیکن میرا جملہ سنتے ہی وہ ڈر کے بھاگنے لگے۔ میں نے انہیں بزدلی سے بھاگتے دیکھا تو پاربتی کا نام لے کر ایک منتر پڑھ کر ان کی طرف پھونک دیا پھر وہی ہوا جو میری خواہش تھی۔ بھائی صاحب نے ایک کربناک چیخ ماری اور لنگڑانے لگے۔ دونوں ہاتھ سے داہنے پاؤں کا گھٹنا تھامے وہ درد کی شدت سے تڑپ رہے تھے۔

"افضل بیگ...... تم کمینے ہو...... ذلیل ہو...... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"میں کمینہ ہوں پر تم بڑے دیالو منش ہو۔ تم نے مجھے بھلا کون سا زندہ چھوڑا تھا جو مار دو گے۔ تم اپنی تمام زیادتیاں بھول گئے۔ کیا اب بھی کوئی تیر رہ گیا ہے بڑے بھائی صاحب۔ میں تمہیں سزا دینے آیا ہوں۔ میں تمہیں اندھا کر دوں گا تاکہ تم لوٹی ہوئی دولت کے دلفریب نظاروں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤ۔ بس اب بہت ہو چکا۔" میں نے نفرت سے کہا پھر دوسرا منتر پڑھ کر ان کی آنکھوں کی سمت پھونکا۔ اس بار بھائی صاحب کے حلق سے ابھرنے والی چیخ بڑی ہی کربناک تھی۔ گھٹنا چھوڑ کر انہوں نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے اور زمین پر تڑپنے لگے جیسے ذبح ہوتے وقت بکرا ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے بہتے ہوئے خون سے پورا چہرہ لہولہان ہو گیا تھا۔

ابھی میں یہ تماشا دیکھ ہی رہا تھا کہ ہال میں یکے بعد دیگرے تین ہٹے کٹے پولیس والے گھس آئے۔ ان کے ساتھ ایک خواجہ سرا بھی تھا جس نے غالباً ہال میں ہونے والے ہنگامے کی اطلاع انہیں دی تھی۔ میں اپنی جگہ بے پروائی سے کھڑا ان کو دیکھتا رہا۔ اچانک ایک پولیس والے کی نظر اپنے ایس پی

کی لاش پر پڑی تو وہ حیرت سے اچھل پڑا اور مجھے مخاطب کر کے بڑے کرخت لہجے میں بولا۔

"ایس پی صاحب کا قتل کس نے کیا ہے؟"

"مجھے کیا پتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "تم خود ہی چھان بین کر کے معلوم کر لو۔"

"قاتل یہی ہے۔" بھائی صاحب تڑپتے ہوئے بولے۔ "اسے گرفتار کر لو۔ یہی مردود ہمارا قاتل ہے۔"

تینوں پولیس والے بیک وقت میری طرف بڑھے لیکن پھر اچانک یوں ساکت ہو گئے جیسے اچانک کسی غیر مرئی قوت نے ان کے جسموں سے روح قبض کر کے انہیں پتھر کی بے جان مورتوں میں تبدیل کر دیا ہو۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیوں کر ہوا کہ خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی میرے کانوں میں پاربتی کی مدھر آواز گونجی۔

"کرشن کمار، ہم نے تمہیں جو مہان شکتی دان کی ہے، اس کا استعمال اس طرح نہ کرو کہ دھرتی کے رہنے والے تمہیں بھگوان سمجھ کر تمہاری پوجا شروع کر دیں۔"

"دیوی۔" میں آنکھ بند کر کے خوشی سے سرشار لہجے میں بولا۔ "آج میری بیاکل آتما کو چین آ گیا۔ آج میرے ہردے میں دہکتی آگ کچھ کم ہوئی ہے۔ تیری بڑی کرپا ہے دیوی جو تو نے اپنے سیوک کو اتنی شکتی دان کر دی۔"

"کرشن تمہارا یہاں دیر تک رکنا مناسب نہیں ہے۔"

اتنا کہہ کر خوشبو کا جھونکا غائب ہو گیا۔ میں نے آنکھ کھول کر ماحول کا جائزہ لیا تو مجھے ہنسی آ گئی۔ تینوں پولیس والے اور خواجہ سرا تقریباً پتھر کے بے جان بتوں کی طرح اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے۔ وہ آگے بڑھنا چاہتے تھے لیکن ان کے قدم رک جاتے تھے۔ میں ان کے قریب سے ہو کر گزرتا چلا گیا لیکن وہ کچھ نہ کر سکے۔ وہ اپنی جگہ مضطرب کھڑے رہے۔

میں قدم بڑھاتا کوٹھی سے باہر آیا اور پیدل ہی ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ گاڑی میں نے پہلے ہی واپس کر دی تھی۔ کہیں ہنگامے کی صورت میں ڈرائیور کو بھی یہ راز معلوم نہ ہو جائے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔"

میرے دل پر چھایا ہوا بوجھ اب کسی حد تک اتر چکا تھا۔ آج میرے انتقام کا سب سے بڑا مرحلہ پورا ہو گیا تھا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ بھائی صاحب نے مجھے یہ بتا دیا کہ ان کی بیوی ابھی حیات ہیں اور بچے بھی ہو چکے ہیں ورنہ عین ممکن تھا کہ میں غیظ و غضب کی حالت میں ان کا بھی وہی حال کرتا جو ماتھر کا کر چکا تھا، بہرحال مجھے اطمینان تھا کہ میں نے جاگیردار صاحب کو ایسی سزا دی ہے کہ جسے وہ مرتے مرتے بھی نہ بھلا سکیں گے۔ اب مجھے اپنے دوسرے بھائیوں سے انتقام لینا تھا۔ ہر چند کہ وہ بڑے بھائی

کے مقابلہ میں زیادہ قصوروار نہیں تھے لیکن جس وقت میری حق تلفی کی گئی تھی، اس وقت ان لوگوں نے بھی میری طرف سے نظریں پھیر لی تھیں اور میری حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

کوٹھی سے میرا ہوٹل جہاں میں قیام کر رہا تھا، بمشکل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر اپنے اندازے کے مطابق ایک طویل راستہ اپنایا تھا جو زیادہ تاریک اور سنسان تھا۔ گو کہ مجھے کسی کا خوف نہیں تھا پھر بھی میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ خواہ مخواہ کوئی آدمی میرا پیچھا کرنے کی کوشش کرے اور وہ غریب بھی مفت میں مارا جائے۔ میری نظروں کے سامنے اس وقت بھی وہی دل خوش کن منظر گھوم رہا جب بھائی صاحب اندھے ہو کر زمین پر تڑپ رہے تھے اور انہوں نے پولیس والوں کو میری گرفتاری کا حکم صادر فرمایا تھا۔ ان کی کربناک چیخوں کی آواز اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔

۞ ۞ ۞

جب میں اپنی دھن میں مست ہوٹل کی طرف جا رہا تھا، میرا جی پاربتی سے ملنے کو چاہ رہا تھا جو مسرت مجھے اس وقت ملی تھی، وہ سب اس کی کرپا تھی۔ طاقت بڑی چیز ہے۔ اس کا نشہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اس میں جو لذت ہے، وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ میرے سامنے اب دنیا ہیچ تھی۔ میرا دل کارناموں پر کارنامے انجام دینے کے لئے مضطرب تھا۔ میری داستان کا یہ نقطہ عروج تھا۔ میں نے اپنے بڑے بھائی سے انتقام لے لیا تھا۔ میں مستقبل میں اپنی خوب صورت زندگی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اچانک اس سنسان اور اندھیرے راستے میں ایک واقعہ پیش آیا جو مجھے یوں یاد رہا کہ اس کی نوعیت عجیب تھی۔ پہلی بار میں نے کسی دوسرے کے معاملے میں ٹانگ اڑائی تھی۔ میرا خیال ہے میں اسے قارئین کو بھی سناؤں۔ یوں تو اس کے بعد عجیب و غریب کارناموں کا ایک طویل سلسلہ ہے مگر انہیں نہیں لکھوں گا بلکہ یہ تحریر اپنی سرگزشت تک محدود رکھنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں تو میں ہوٹل کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک مخالف سمت سے کوئی نمودار ہو کر اتنی زور سے مجھ سے ٹکرایا کہ میں نے اگر فوری طور پر خود کو سنبھال نہ لیا ہوتا تو یقیناً گر پڑا ہوتا۔ ٹکر اس قدر زوردار اور اچانک تھی کہ میرا اچھا خاصا موڈ خراب ہو گیا۔ قریب تھا کہ میں گھوم کر غصے سے ٹکرانے والے پر وار کر بیٹھتا کہ ایک گھبرائی ہوئی نسوانی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''معاف کرنا بھائی۔''

''تم کون ہو؟'' میں نے سنبھل کر اس عورت کو دیکھا جو سر تا پا ایک سفید چادر اپنے جسم کے گرد لپیٹے منہ دوسری طرف کئے کھڑی تھی۔ میں اس کی آواز سن کر ہی سمجھ گیا تھا کہ اس پر ضرور کوئی افتاد پڑی ہے۔ اس کی پھولی پھولی سانسوں نے میرے اندازے کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا۔

عورت مجھے جواب دینے کے بجائے آگے بڑھی تو میں نے لپک کر اس کا راستہ روک لیا اور نرمی سے بولا۔

''بہن، جب تو نے مجھے بھائی کہا ہے تو پھر مجھے اپنا دکھ بتانے سے کیوں گھبراتی ہے۔ شاید میں تیری کوئی مدد کر سکوں۔''

''خدا کے لئے مجھے جانے دو۔ اگر وہ پیچھا کرتا ہوا یہاں آ گیا تو مجھے جان سے مار ڈالے گا۔'' عورت نے خوف زدہ آواز میں کہا پھر پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھنے لگی۔

''کیا وہ تیرا دشمن ہے جو تجھے قتل کرنا چاہتا ہے؟'' میں نے بدستور نرم آواز میں سوال کیا۔

''دشمن......'' عورت نے درد بھرے لہجے میں کہا پھر توقف سے بولی۔ ''اگر وہ دشمن ہی ہوتا تو مجھے کوئی ملال نہ ہوتا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ میرا شوہر ہو کر بھی میری جان کا لاگو ہو گیا ہے۔''

''بات کیا ہے، مجھے سچ سچ بتا۔ شاید میں تیری کوئی مدد کر سکوں۔ کیا تیرے شوہر کو تجھ پر شک ہو گیا ہے۔''

''ہاں۔'' عورت نے ایک بار پھر پلٹ کر پیچھے کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اسے شبہ ہے کہ میں بدکردار ہوں۔ بھائی میں اپنے خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ آج تک میں نے کبھی اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد کو نظر بھر کر نہیں دیکھا۔''

''پھر...... شبے کی کیا وجہ ہے۔'' میں نے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

''مجھے مت روکو بھائی، وہ مجھے نہ پا کر ضرور میرا پیچھا کرے گا۔''

''بہن تو نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔'' میں نے اسے مزید تشفی دیتے ہوئے کہا۔ ''مجھے اپنی پوری کتھا سنا دے۔ میں وچن دیتا ہوں کہ تیری مدد ضرور کروں گا۔''

''کیا تم ہندو ہو۔'' عورت نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ میں نے دو چار لفظ چونکہ ہندی کے بول دئے تھے اس لئے وہ مجھے ہندو سمجھ بیٹھی تھی۔

''گھبراؤ مت، میں یونہی روانی میں وچن اور کتھا کے لفظ بول گیا تھا۔ ہاں تو تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے شوہر کو تمہارے اوپر بدکردار ہونے کا شک کیسے ہوا تھا۔''

''اس نے اپنے بھائی کے کہنے پر مجھے گناہ گار تصور کر لیا ہے۔'' عورت نے آہستگی سے کہا۔ ''دراصل وہ بے حد بے غیرت اور بدکردار واقع ہوا ہے۔ اس نے اپنی بھابی پر بری نظر ڈالی۔ وہ مجھے گناہ گار کرنا چاہتا تھا۔ میرے انکار پر وہ مجھ سے بدلہ لینے پر آمادہ ہو گیا اور نہ جانے اپنے بھائی سے کیا کیا الٹی سیدھی لگا دی یا جادو کر دیا کہ وہ میرا دشمن ہو گیا۔ گزشتہ ایک ہفتے سے وہ مجھے کمرے میں بند کئے ہوئے مجھ پر ظلم توڑ رہا ہے۔ اس نے مجھے لاٹھیوں سے مارا ہے اور بھوکا پیاسا رکھا۔ آج اتفاق سے مجھے موقع مل

گیا اور میں وہاں سے بھاگ نکلی۔''

''اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟''

''سوچتی ہوں، رسوائی کی اس زندگی سے نجات حاصل کرلوں یا پھر گلبرگ میں اپنی بیوہ اور معذور ماں کے پاس چلی جاؤں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا بھائی، میں کیا کروں۔''

''تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ساتھ اپنے شوہر کے گھر واپس چلو۔''

''نہیں ... وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا۔'' عورت نے ملتجی آواز میں جواب دیا۔

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔''

پہلے تو وہ عورت کسی طور گھر جانے پر آمادہ نہ ہوئی اور بار بار یہی کہتی رہی کہ شوہر اسے زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن جب میں نے اسے ہر طرح سے یقین دلایا کہ میری موجودگی میں اس کا شوہر یا دیور اس کا بال بھی بیکا نہ کرسکیں گے اور یہ کہ میں حالات پر قابو پالوں گا تو وہ طوعاً وکرہاً میرے ساتھ واپس جانے پر آمادہ ہوگئی۔

عورت کا گھر دو فرلانگ دور تھا۔ راستے میں وہ مجھے اپنے اور اپنے شوہر کے ظلم کے بارے میں بہت ساری باتیں بتاتی رہی۔ شاید اس لئے کہ اسے میری باتوں پر مکمل اعتماد ہوگیا تھا یا پھر یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے مجھے ہمدرد جان کر سب کچھ کہے جا رہی تھی لیکن میں اپنی سوچوں میں گم تھا جہاں تک اس عورت کی ذات کا تعلق تھا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی اس کی آواز نہ سنی تھی مگر اتنا مجھے یقین تھا کہ وہ انتہائی شریف اور اعلیٰ کردار کی مالک ہے۔ گھر سے وہ محض اس لئے فرار ہوئی تھی کہ اپنی زندگی داؤ پر لگا کر شوہر اور اس کے بھائی کے درمیان کوئی خطرناک صورت نہ پیدا ہونے دے۔ بہر حال میں طے کر چکا تھا کہ اس بے کس اور مجبور عورت کی مدد ضرور کروں گا۔

جس وقت وہ مجھے اپنے ساتھ لئے مکان پر پہنچی تو اندر سے زور زور سے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھی۔ کوئی مرد بڑے غصے کی حالت میں عورت کو گالیاں بک رہا تھا۔ دوسرا اس کے اشتعال کو اور ہوا دے رہا تھا۔

میں سمجھ گیا کہ عورت کا شوہر اپنے کمینہ خصلت بھائی سے مخاطب ہے۔ اشارے سے میں نے عورت کو باہر رکنے کو کہا پھر بے دھڑک مکان کے اندر داخل ہوگیا۔ جس کمرے میں وہ دونوں موجود تھے، اس کے دروازے پر پہنچ کر خاموشی سے رک گیا اور ان کی گفتگو سننے لگا۔

''لیکن وہ اس وقت گئی کہاں ہوگی۔'' ایک شخص نے جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا، تلملاتے ہوئے کہا۔ یہ غالباً اسی عورت کا شوہر تھا جو راستے میں مجھ سے اتفاقاً ٹکرا گئی تھی۔

''میں نے تو آپ سے پہلے کہا تھا بھائی صاحب اس کے لچھن اچھے نہیں ہیں۔'' دوسرا بولا۔ ''ماں کے گھر بھلا کیا منہ لے کر جائے گی اور چلی گئی تو وہ بڑھیا کھلائے پلائے گی کہاں سے۔''

''تم نے اگر مجھے پہلے تفصیل سے بتایا ہوتا تو میں اسے زندہ دفن کردیتا۔'' شوہر نے کفِ افسوس ملتے ہوئے غصیلی آواز میں کہا۔ ''لوگوں کو حالات کا علم ہوگا تو وہ کیا سوچیں گے۔''

''اگر آپ کہیں تو میں جا کر اس کے گھر والوں سے پتا کروں۔ ہوسکتا ہے وہ وہیں چلی گئی ہو۔''

''اس وقت تمہارا وہاں جانا ٹھیک نہیں۔ صبح دیکھا جائے گا۔'' عورت کا شوہر جو درمیانے طبقے کا ایک فرد نظر آرہا تھا جھلا کر بولا پھر وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ میں نے اس کی غصیلی آنکھوں میں خون ابلتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ مجھے کن نظروں سے جانچنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس کے تیور ہر لحظہ خراب ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کے بھائی نے بھی مجھے گھورنا شروع کردیا لیکن میں بدستور لاپروائی سے کھڑا ان کے چہروں کے بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

''کون ہو تم اور تمہیں میرے مکان میں بلا اجازت داخل ہونے کی ہمت کیسے ہوئی۔'' عورت کے شوہر نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔

''میرا نام کرشن کمار ہے۔ آج ہی اجودھیا سے یاترا کر کے واپس پلٹا ہوں، ادھر سے گزر رہا تھا کہ تم لوگوں کی آوازیں سنیں اور اندر چلا آیا۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''تو تم ہندو ہو۔'' دوسرے نے نفرت سے کہا۔

''دھرم کو بیچ میں مت لاؤ مترو (دوستو) پیر فقیر اور پنڈت پجاری دھرم کی جھوٹی سچی باتوں سے بہت بلند ہوتے ہیں۔'' میں نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تم لوگ سادھوؤں اور پجاریوں کا روپ دھار کر چوری چکاری کے مقصد سے گھروں میں گھس آتے ہو اس لئے اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو سیدھی طرح اپنا راستہ ناپو ورنہ جوتے مار کر نکالے جاؤ گے۔''

''پجاریوں سے تمہارا برتاؤ ٹھیک نہیں ہے۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ''مہان دیوی اور دیوتاؤں نے میری آنکھوں کو ایسی شکتی دان کردی ہے کہ میں من کا بھید بھی جان سکتا ہوں۔ کیا تم اس سے اپنی دھرم پتنی کی باتیں نہیں کر رہے تھے۔''

''پجاری۔'' دوسرے بھائی کا قہقہہ ابل پڑا۔ ''دیوتاؤں نے تجھے شکتی دان کردی ہے۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ''میں کہتا ہوں ہمارے درمیان نہ پڑ۔ جا اپنا راستہ سنبھال۔ اگر مجھے طیش آگیا تو سارا پجاری پن اور دان کی ہوئی شکتی نکال دوں گا۔'' وہ مجھ پر برس پڑا۔

''تو چپ رہ پاپی، زبان کو لگام دے۔ یہ سب تیرے ہی کارن ہوا ہے۔ تو نے اپنے بھائی کی استری پر جھوٹے الزام لگائے ہیں، میں اس کی اصلیت کو جان چکا ہوں۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ تو نے اس دیوی کے شریر کو اپنی گندی خواہشات کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ پرنتو جب اس نے انکار کیا تو تو نے اس سے بدلہ لینے کے کارن اس پر بہتان لگائے اور اپنے مورکھ بھائی کے کان بھر دیئے۔''

میرے لہجے کی سختی اور کھری کھری باتوں نے ایک پل کے لئے اسے گڑبڑا دیا۔ عورت کا شوہر میری زبان سے یہ سب کچھ سن کر سکتے میں آ گیا۔ ایک نظر اس نے اپنے بھائی پر ڈالی پھر مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''تمہارے پاس ان باتوں کا کیا ثبوت ہے؟''

''تم ثبوت چاہتے ہو۔'' میں نے عورت کے شوہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''میں تمہیں تمہاری استری کے نردوش ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں پرنتو تم کو بھی ایک وچن دینا ہوگا۔''

''کیا؟''

''جو بھی پاپی ثابت ہوا اسے جوتے مار کر گھر سے نکال دو گے اور پھر کبھی اس کی ناپاک صورت نہیں دیکھو گے۔''

''مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔''

میں ان دونوں کو گھورتا ہوا باہر آیا اور عورت کا ہاتھ تھام کر اسے اندر لے گیا۔ شوہر کی نظر اپنی بیوی پر پڑی تو وہ غصے سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔ اس کا بھائی بدستور مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ شاید اسے یقین نہیں تھا کہ میں عورت کی بے گناہی کا ثبوت دے سکوں گا۔ عورت بے چاری سہمی ہوئی سر جھکائے چپ چاپ کھڑی تھی۔ میری طرف چونکہ اس نے پشت کر رکھی تھی اس لئے میں بھی اس کی شکل نہ دیکھ سکا لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ چھوٹا بھائی کمینہ ہونے کے علاوہ اور بھی کچھ ہے۔ جب میں نے عورت کی صفائی کے لئے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ میری زبان لڑکھڑا رہی ہے۔ میں نے حیرت سے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھا۔ وہ طنزیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوفناک ہو گئی تھیں۔ ایک لمحے میں، میں سمجھ گیا کہ اسے بھی دو چار ہاتھ آتے ہیں اور میرا واسطہ ایک غیر معمولی شخص سے پڑا ہے۔ اب ساری بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ اس نے اپنے کسی عمل یا منتر سے میری زبان کو قابو کر لیا تھا۔ میں نے بھی اسے گھور کر دیکھا۔ دوسرے لمحے میری زبان ٹھیک ہو گئی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کی خونی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

''دیوی۔'' میں نے عورت کو مخاطب کرتے ہوئے نرمی سے کہا۔ ''جو کچھ تجھ پہ گزری ہے، وہ صاف صاف کہہ دے۔''

عورت میری بات سن کر ہچکچائی تو اس کے شوہر نے کڑک کر کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ تو اسے سکھا پڑھا کر لایا ہے اور تیرا اس کا کیا رشتہ ہے۔ اگر یہ بے گناہ تھی تو اسے گھر سے بھاگنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟''

اس تہمت پر مجھے جوش آ گیا۔ اب میرا معاملہ میری برداشت سے باہر ہو چکا تھا۔ پہلے تو میں نے یہی سوچا کہ ایک ہی اشارے سے اس شخص کو جلا کر بھسم کر ڈالوں لیکن عورت کا خیال آیا تو خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گیا اور تب ہی میں نے دوسرے مرد کو گھور کر دیکھا اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میں پاربتی دیوی کے شبھ نام پر تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنی گندی زبان کھول اور خود اپنے من کو سچ اگلنے پر مجبور کر دے۔''

''مم...... میں نے...... کچھ نہیں کیا۔'' اس نے شاید میری طاقت کا اندازہ لگا لیا تھا۔

''مورکھ...... یاد رکھ کہ اگر تو نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو دیوی کی شکتی تجھے معاف نہ کرے گی۔ یہ جو تو دو چار منتر جانتا ہے اس کا تماشا ابھی دیکھ لے گا۔''

اس بار اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اسے مستقل گھورے جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دیکھیں پاربتی دیوی کی مہان شکتی کیا کرتی ہے۔ یکلخت عورت کے دیور کی زبان چل پڑی۔ اس نے وہ تمام باتیں ٹیپ ریکارڈر کی طرح بیان کر دیں جو عورت نے مجھے راستے میں بتائی تھیں۔ اس نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ وہ اپنی بھابی کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کرنے کا خواہش مند تھا لیکن جب اس نے انکار کیا تو وہ کمینگی پر اتر آیا اور چرب زبانی سے کام لے کر بھائی کے دل میں بیوی کی طرف سے شکوک پیدا کر دیئے۔ اس نے یہ بھی اقرار کر لیا کہ اس نے ایک عامل سے دو چار عمل سیکھ کر اپنے بھائی کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا لیکن بھابی کی پارسائی کے سبب اس پر یہ حربہ کارگر نہ ہو سکا۔ اس نے کہا کہ شروع ہی سے اس کی نیت بھابی کے معاملے میں خراب تھی۔

عورت کا شوہر گنگ کھڑا اپنے بھائی کے چہرے کو تکتا رہا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا پھر جیسے ہی بیان ختم ہوا بڑا بھائی طیش میں آ کر جھپٹا اور چھوٹے بھائی کو مارنے پیٹنے لگا۔ ایک بار تو اس نے چھوٹے بھائی کو زمین پر گرا دیا اور خود اس کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اس کا گلا گھونٹنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ اسے جان سے مار ڈالتا لیکن میں نے آگے بڑھ کر اسے علیحدہ کر دیا اور بولا۔

''تم نے مجھے وچن دیا تھا کہ اسے گھر سے نکال دو گے اور پھر کبھی اس کی صورت نہیں دیکھو گے۔''

''میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ یہ اسی قابل ہے۔'' وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا۔ ''اس کمینے نے میری بیوی پر جو بے بنیاد الزام تراشے ہیں، اس کی سزا یہی ہے کہ

میں اس ذلیل کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کردوں۔"

"اگر مجھے تمہاری استری کا خیال نہ ہوتا تو میں بڑی خوشی سے اس بات کی اجازت دے دیتا پرنتو اب یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر تم نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تو خود بھی نہ بچ سکو گے اور یہ بے چاری دربدر کی خاک چھانتی پھرے گی۔"

میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"جا، دفع ہو جا یہاں سے اور پھر کبھی اپنی ذلیل صورت نہ دکھانا ورنہ زندہ دفن کر ڈالوں گا۔"

چھوٹا بھائی جو اپنی ...... قلعی کھل جانے سے بے حد گھبرا گیا تھا اس موقع کو غنیمت جان کر برق رفتاری سے بھاگ گیا۔ اس کے جانے کے بعد عورت کا شوہر میرے قریب آیا اور بڑی لجاحت سے بولا۔ "مہاراج، میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اگر تم نہ آتے تو میں اپنے غصے اور اندھے پن میں نہ جانے کیا کر چکا ہوتا۔ یقیناً کسی غیبی طاقت نے تمہیں اس کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔"

"تم قسمت کے دھنی ہو مہاشے، جو تم کو ایسی نیک استری ملی ہے۔ اگر تم سارا جیون اس دیوی کے چرنوں کی پوجا کرتے رہو تو بھی اس کی بلندی کو نہ چھو سکو گے۔"

"مہاراج، میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

"سنو مہاشے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر تم میرے احسان مند ہی ہو تو مجھے وچن دو کہ پھر کبھی تم اپنی دیوی سمان پتنی کو برا نہ سمجھو گے اور ہمیشہ اس کی پوجا کرو گے۔ یاد رکھو اسے میں نے بہن کہا ہے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں مہاراج۔" شوہر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

مجھے اس کے لہجے سے صداقت کی بو آ رہی تھی۔ عورت جسے میں نے بہن کہا تھا ابھی تک اپنا منہ دوسری طرف کئے خاموش کھڑی تھی۔ نہ جانے میرے دل میں کون سا چھپا ہوا جذبہ جاگا کہ میں نے بڑی عقیدت سے آگے بڑھ کر شفقت بھرے انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کا شوہر جو میرا بے دام غلام بن چکا تھا، میرے پیچھے پیچھے تک باہر آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں کچھ دیر اور وہاں رکوں لیکن میں اسے تسلی دیتا ہوا اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔

جس وقت میں ہوٹل میں پہنچا اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے اب تک کسی نے بھائی صاحب کی کوٹھی پر پیش آنے والے واقعات کی مخبری پولیس کو کر دی ہو اور پولیس کا دستہ مجھے گرفتار کرنے کے لئے وہاں موجود ہو لیکن میرے خدشات غلط ثابت ہوئے۔ ویسے بھی میں طے کر چکا تھا کہ اگر پولیس والوں نے مجھے ایس پی ماتھر کے سلسلے میں پریشان کرنے کی کوشش کی تو میں ان

کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ پھر پولیس کا کوئی کارندہ کبھی کسی پجاری کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔

میں نے اپنے کمرے میں جا کر کپڑے تبدیل کئے اور کمال عقیدت سے اپنے سوٹ کیس سے پاربتی کی مورتی نکال کر ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے خاموش کھڑا ہو گیا۔ پاربتی کی مورتی مجھے مسکراتی ہوئی محسوس ہوئی۔ مجھے اس کے حسن جمال کی وہ نوازش یاد آ گئی جو حیدر آباد آنے سے قبل اس نے مجھ پر کی تھی۔ اف! وہ لذت، وہ جمال دلفروز، اس موقع پر مجھے یاد آیا۔ آج میں نے رنگ و نشاط کی ایک محفل میں حسین و جمیل دوشیزاؤں کو دیکھا تھا۔ اس وقت پاربتی مجھے بے حد یاد آ گئی۔ میں نے مسکراتی ہوئی مورتی کو جی بھر کر دیکھا اور بے اختیار ہو کر اسے چوم لیا۔ میں نے بڑا بلب گل کر دیا اور رات کا چھوٹا بلب جلا دیا۔ میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا، ابھی غنودگی طاری نہیں ہوئی تھی کہ صندلی خوشبو کا ایک دل نواز جھونکا، میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ وہی معطر جھونکا، وہی ماحول، میں سمجھ گیا کہ پاربتی دیوی مجھے درشن دینے یہاں آئی ہوئی ہے اور اس وقت میرے کمرے میں موجود ہے۔ میں خوشی سے سرشار ہو گیا اور خوابیدہ لہجے میں مہان دیوی کو مخاطب کر کے بولا۔

"دیوی، تیرا یہ سیوک تیری کرپا کا شکر گزار ہے۔"

"میں جانتا ہوں دیوی تو میری رہبری کے لئے آئی ہے۔ میں جانتا ہوں۔" میں نے جھومتے ہوئے کہا۔

پھر میری آنکھوں نے دیکھا کہ پاربتی دیوی سرخ رنگ کی ساڑھی میں ملبوس سورج مکھی کے خوب صورت پھول کی طرح میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے۔ اس کا رنگ روپ آج مجھے پہلے کے مقابلے میں زیادہ حسین نظر آ رہا تھا۔ چند لمحے تک میں اس کے سراپا کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر میں نے آگے بڑھ کر مہان دیوی کے چرن چھو لئے۔

"اٹھو کرشن کمار، میں تمہاری بھگتی سے بہت خوش ہوں۔ تمہیں میری دان کی ہوئی شکتی سے غلط کام نہیں لینے چاہئیں۔"

"دیوی۔" میں جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔"

"کرشن کمار، یہ شکتی ہر کسی کو پراپت نہیں ہوتی۔ یہ اچھا نہیں ہے کہ تم دنیا والوں کے سامنے اس طرح کھل کر آؤ۔" پاربتی نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے نرم اور شفیق لہجے میں کہا۔ "اس طرح تم دھرتی پر بسنے والوں کے لئے تماشا بن جاؤ گے۔"

"دیوی اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اس کے لئے مجھے شما کر دے۔ پرنتو میں نے جان کر کوئی ایسی حرکت نہیں جو تجھے بری لگے۔ میں نے یہ سب تیری آ گیا سے کیا ہے۔"

''بھائی سے انتقام لینے کے بعد تمہیں زہرہ بائی اور ماتھر سے ٹکرانے کی ضرورت نہیں تھی۔''

''وہ دونوں پاپی تھے۔'' میں جلدی سے بولا۔

''پاپ اور پُن کے چکر میں مت پڑو کرشن کمار۔ یہ فیصلہ تمہارے کرنے کا نہیں۔ یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔'' پاربتی نے مسکرا کر جواب دیا۔ پھر ایک ادا سے چلتی ہوئی مسہری پر جا بیٹھی۔ میں بدستور اس کے حسن کی رنگینیوں میں محو تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح پاربتی دیوی سے شما چاہوں کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے مسکرا کر دیکھ رہی ہے۔ میں کھنچتا ہوا اس کے قریب چلا گیا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ پاربتی نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں ہواؤں میں تحلیل ہو گیا ہوں۔

وہ مجھے شیریں لہجے میں بتا رہی تھی کہ وہ ان گنت صفات کی مظہر ہے۔ جہاں غیظ و غضب کی مظہر ہے، وہاں اسے محبت اور رحم بھی پسند ہے۔ اسی کارن میں نے اس عورت کو تمہارے پاس بھیجا تھا کہ تم اس کے جیون میں رس گھول سکو۔ میں یہ بھی دیکھنا چاہتی تھی کہ تمہارے اندر شکتی پراپت ہونے کے بعد کتنی دیا باقی رہ گئی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے دیالو ہونے کا ثبوت دیا۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرتے تو اس کا دشٹ دیور دو چار منتروں سے اس کے پریوار کو نار بنا دیتا۔''

''دیوی۔'' میں نے عقیدت سے کہا۔ ''میں تجھے وچن دیتا ہوں کہ تیری مرضی اور آگیا کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔''

''میں جانتی ہوں کرشن کمار۔'' پاربتی دیوی نے کہا۔

پاربتی کا قرب مجھے حاصل تھا۔ وہ اس وقت میرے بہت ہی قریب تھی۔ میں اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا کہ اتنی جلدی دوبارہ پاربتی کے درشن کر لئے۔ اصل میں آج میں نے اسے یاد بھی بہت کیا تھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ دیوی کی عظمت و قوت کا کچھ ایسا سکہ میرے ذہن پر بیٹھا تھا کہ مجھے اپنا ماضی یاد نہیں رہا تھا۔ میں کھلے دل اور صاف دل سے اسے چاہتا تھا اور ہر طرح سے میری کوشش تھی کہ میں اسے خوش کر سکوں۔

پاربتی نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی۔ ''کرشن کمار، آج اپنے بڑے بھائی کے ہاں تم بہک گئے تھے۔ تم نے اپنے ہردے (دل) میں زہرہ کو پانے کی اچھا کی تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ پھر تم نے جلد ہی اس کے خیال کو جی سے نکال دیا۔ اب میں چاہتی ہوں کہ تمہیں کچھ دن کے لئے اپنے ساتھ اپنے پوتر استھان پر لے چلوں جہاں تم سکھ اور چین سے رہ سکو۔''

''دیوی، یہ میری خوش قسمتی ہوگی کہ میں تیرے چرنوں میں رہوں۔ پرنتو کیا میں کچھ روز اپنی مرضی سے یہاں نہیں رہ سکتا۔'' میں نے دبی زبان سے کہا۔ ''میں دیکھنا چاہتا تھا کہ پولیس ماتھر اور زہرہ

بائی کے سلسلے میں کیا کرتی ہے۔''

''کرشن کمار۔'' پاربتی نے اس قدر سنجیدگی سے کہا کہ میں لرز اٹھا۔ ''تم پجاریوں، رشیوں اور منیوں میں ابھی سب سے پیچھے ہو۔ میں تم پر مہربان ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ان پجاریوں سے آگے نکل گئے ہو۔ جنہوں نے اپنا جیون تپسیا میں گزار دیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اتنے بڑے شکتی یوردک (طاقت والے) پجاریوں کی شکتی سے آگے بڑھ گئے ہو۔ ابھی بلوانوں کی سی شکتی حاصل کرنے کے لئے تمہیں بہت سارے جاپ کرنے ہوں گے۔ تپسیا سے منش، منش نہیں رہتا منشوں سے بڑا ہو جاتا ہے۔ کڑی تپسیا کر کے منش کو یہ سارا جیون سمجھ آتا ہے۔ تم نے تو ابھی ایک ہی جاپ کیا ہے۔''

''دیوی، تو مجھے راہ بتا میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔''

پاربتی نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اسے سن کر میرے ذہن میں موہن لال کا نام ابھر آیا تھا۔ موہن لال جس نے افضل بیگ کی حیثیت میں مجھے بے انتہا اذیتیں پہنچائی تھیں۔ مجھے بھوکا پیاسا رکھا تھا۔ بھائی صاحب سے انتقام لینے کے بعد اچانک میرے ذہن میں موہن کا خیال آیا۔ موہن لال جس سے میں شدید نفرت کرتا تھا اور جسے زیر کرنے کے لئے میں نے یہ روپ دھارا تھا۔

میں ابھی موہن لال کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ پاربتی نے میرا ہاتھ تھام کر آہستہ سے دباتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''دھیرج رکھو کرشن کمار۔''

''دیوی، تیرا یہ سیوک تجھ سے جھوٹ نہیں بولے گا۔'' میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ میں سمجھ گیا کہ پاربتی نے میرے دل کی بات پڑھ لی ہے۔ ''سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے جو تکلیفیں پہنچائی ہیں، وہ ابھی میں بھولا نہیں ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ اب میں موہن لال سے بھی اپنا بدلہ لوں۔''

پاربتی نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے خوب صورت چہرے پر ابھرنے والے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی اہم گتھی کو سلجھا رہی ہے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھی نہ جانے کیا سوچتی رہی پھر اس نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔

''کرشن کمار، یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ ابھی تم نے ایسی شکتی نہیں حاصل کی جو موہن لال سے ٹکراؤ کی صورت میں تمہاری سہائتا کر سکے۔''

''پھر تو ہی بتا دیوی کہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔'' میں نے تیزی سے پوچھا۔ ''کیا تجھے نہیں معلوم کہ موہن لال نے تیری دان کی ہوئی شکتی کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔''

''میری اچھا ہے کرشن کمار کہ تم اپنے من سے موہن لال کا دھیان نکال دو۔''

''دیوی، اگر یہ تیرا حکم ہے تو میں مجبور ہوں پرنتو میری سب سے بڑی اچھا یہی ہے کہ میں موہن

لال کو نیچا دکھا سکوں۔''

''مجھے معلوم ہے کرشن کمار کہ تمہارے من میں کیا ہے۔'' پاربتی بڑے سنجیدگی سے بولی۔ ''پرنتو میں اپنے ایک مہان بھگت اور سیوک سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتی۔ موہن لال بھگتوں میں سب سے مہان اور سیوکوں میں سب سے اتم ہے۔''

''تیری بڑی کرپا ہوگی دیوی!'' میں نے اس کے نرم و نازک ہاتھ کو دباتے ہوئے کہا۔

''کرشن کمار، اگر تم موہن لال کو نیچا دکھانا چاہتے ہو تو اس کے لئے تمہیں شیو جی مہاراج کے لئے ایک سو اکیس روز تک جاپ کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر تم سونا گھاٹ کے پجاری سے ٹکر نہیں لے سکتے۔'' دیوی اب مجھ پر مہربان نظر آ رہی تھی۔

''میں شیو جی مہاراج کے لئے بھی جاپ کرنے کو تیار ہوں۔'' میں خوش ہو کر بولا۔

پاربتی نے مجھے خوش دیکھا تو اس کے خوب صورت ہونٹوں پر بھی معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے ٹھیک طرح یاد نہیں۔ صرف اتنا ضرور یاد پڑتا ہے کہ پاربتی نے کوئی جاپ پڑھ کر روشنی کی طرف پھونکا جس کے بعد کمرے میں گھپ اندھیرا پھیل گیا۔ تاریکی میں، میں نے محسوس کیا تھا جیسے ہوا کا ایک لطیف اور معطر جھونکا میرے وجود پر چھاتا جا رہا ہے۔ میرا ذہن آہستہ آہستہ بوجھل ہوتا جا رہا ہے پھر مجھ میں سوچنے سمجھنے کی قوت ختم ہوتی چلی گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

* * *

صبح ہوئی تو معلوم ہوا پولیس نے مجھے گرفتار کرنے کے لئے ہوٹل کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

پاربتی دیوی کے قرب میں گزری ہوئی رات کا خمار ابھی تک میرے ذہن پر طاری تھا۔ عیش و نشاط کا دھندلا دھندلا عکس میرے تصورات کے پردوں پر قرمزی رنگ بکھیر رہا تھا۔ میرے اوپر ہلکی ہلکی غنودگی طاری تھی۔ جیسے میں اب بھی خوابوں کی وادی میں محوخرام ہوں لیکن دروازے پر ہونے والی پرشور دستک نے میرے حسین خواب کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ میں نے جھلا کر آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ کمرے میں سورج کی روشنی داخل ہو چکی ہے۔ خلاف معمول آج میں دیر سے جاگا تھا۔ جس کی وجہ یقیناً یہی تھی کہ ایک تو میں رات گئے بھائی صاحب کی حویلی سے واپس لوٹا تھا اور پھر پاربتی دیوی کی قربت نے مجھ پر ایسا نشہ طاری کر دیا تھا جس کا خمار اس وقت بھی مجھے محسوس ہو رہا تھا۔

''دروازہ کھولو۔'' باہر سے کسی کی کرخت آواز ابھری تو میری پیشانی پر بل آ گئے۔ مجھے اس وقت یہ آواز بہت بری لگی۔ پاربتی دیوی کے حسین قرب کی طلسماتی فضا میں یہ مداخلت ناقابل برداشت تھی۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ نامعقول شخص کو کیا سزا دوں کہ باہر سے دوبارہ گرج دار آواز ابھری۔

''دروازہ کھولو نہیں تو ہم اسے توڑ دیں گے۔''

میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ تیزی سے میں مسہری سے نیچے اترا اور دروازے کے قریب آ کر طیش میں کہا۔

''کیا بات ہے؟''

''دروازہ کھولو۔'' باہر سے کرخت لہجے میں جواب ملا۔ ''پولیس پورے ہوٹل کا محاصرہ کر چکی ہے اس لئے اب تمہارے پاس فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔''

پولیس کا نام سن کر میرے اوپر جلالی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے خاموش رہ کر حالات کے بارے میں سوچا پھر بڑے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر دروازے کی چٹخنی گرا دی اور تیزی سے ایک سمت ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک پولیس انسپکٹر اپنے دو ماتحتوں اور آٹھ دس سپاہیوں کے ساتھ کمرے میں گھس آیا۔ تینوں افسروں کے ہاتھوں میں ریوالور موجود تھے۔ سپاہی بھی اسلحے سے لیس تھے۔ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھے زندہ درگور کر دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ غصے کے باوجود مجھے یہ دیکھ کر ہنسی آ گئی کہ مجھ ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس کی پوری ٹولی اسلحے سے لیس موجود ہے۔

انسپکٹر اور اس کے دونوں ماتحت ریوالور تانے مجھے کھا جانے والی قہر آلود نظروں سے گھورتے رہے لیکن میں لاپروائی سے ان کے بگڑے ہوئے تیوروں کو دیکھ رہا تھا۔ پاربتی دیوی نے مجھے جو شکتی دان کی تھی، مجھے اس پر صرف گھمنڈ ہی نہیں بلکہ پورا وشواس تھا۔ میں اگر چاہتا تو ایک اشارے سے پولیس کی ٹولی جلا کر بھسم کر سکتا تھا لیکن فوری طور پر میں نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ مجھے اس بات کا دھیان بھی تھا کہ مہان دیوی نے مجھے رات ہی جارحانہ اقدام کے مظاہروں سے منع کیا تھا پھر بھی میں اس بات کا فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر پولیس والوں نے زیادہ اچھل کود مچائی تو میں انہیں ضرور اس کا مزا چکھاؤں گا۔

''تمہارا نام افضل بیگ ہے؟'' پولیس انسپکٹر نے ...... غراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

''ہاں، کسی زمانے میں میرا نام مرزا افضل بیگ ہی تھا۔ پرنتو اب میرا شبھ نام کرشن کمار ہے۔'' میں نے کسی خوف کے بغیر جواب دیا۔

''گزشتہ رات تم جاگیردار صاحب کی حویلی پر موجود تھے کیوں؟''

''اوش موجود تھا۔'' میں بولا۔ ''میرے ایک متر (دوست) نے بتایا تھا کہ وہاں کنیاؤں کا ناچ گانا ہوتا ہے۔''

''ہوں۔ تو تم وہاں ناچ گانا دیکھنے گئے تھے۔'' انسپکٹر نے غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اس کے دوسرے تمام ماتحت اپنی رائفلیں اور ریوالور میرے اوپر تانے کھڑے چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔

''کیوں کیا کنیاؤں کا ناچ گانا سننا پاپ ہے۔''

''پاپ کے بچے۔'' انسپکٹر گرج کر بولا۔ ''اگر تم وہاں صرف کنیاؤں کا رقص دیکھنے گئے تھے تو جاگیردار صاحب پر قاتلانہ حملہ اور ایس پی ماتھر کو قتل کیوں کیا تھا۔''

''بھگوان کی مرضی میں منش ذات کو بھلا کیا ادھیکار ہے۔'' میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''بکواس بند کرو۔'' انسپکٹر غصے سے لال پیلا ہو کر بولا پھر اس نے دوسرے افسر کو مخاطب کر کے کہا۔ ''ہتھکڑی پہنا دو اس حرام زادے کو۔''

حرام زادے کا لفظ سن کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ غیظ و غضب کے عالم میں، میں اس افسر کو گھورنے لگا جو ہتھکڑی لئے میری سمت بڑھ رہا تھا۔ قریب آ کر اس نے مجھے ہتھکڑی پہنا دی۔ جس کا دوسرا حصہ اس نے خود اپنے ہاتھ میں پہن رکھا تھا، جب تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا، میں چپ چاپ کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا اور اس مورکھ کو گھورتا رہا پھر اس نے جب جھٹکا دے کر مجھے اپنے ساتھ باہر لے جانے کی کوشش کی تو میں نے پولیس انسپکٹر کو مخاطب کر کے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

''دیکھو مہاشے۔ اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو اپنے اس رنگروٹ سے کہو کہ ہتھکڑی کھول دے ورنہ میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ تم سارا جیون بیاکل رہو گے۔''

''اوہ.....'' انسپکٹر مسکرا دیا اور بڑے طنز بھرے لہجے میں بولا۔ ''گویا اب تم پولیس پر بھی اپنی مکاری کا رعب ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''مورکھ۔'' میں نے بھی پلٹ کر غصے سے کہا۔ ''کیا تو بھی ماتھر کی طرح دیکھنا چاہتا ہے کہ میں کس قدر مہان شکتی کا مالک ہوں۔''

''مہاتما جی، تمہاری یہ عیاری پولیس پر نہیں چل سکے گی۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ شرافت سے ہمارے ساتھ چپ چاپ چلو۔ دوسری صورت میں ہم تمہاری ایسی درگت بنائیں گے کہ تمہاری صورت بھی نہ پہچانی جائے گی۔ ماتھر صاحب کا قتل کوئی معمولی بات نہیں ہے۔''

''میں پھر کہتا ہوں مورکھ اپنی ضد سے باز آ جا نہیں تو پچھتائے گا۔'' میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔

''زبان بند رکھ، ورنہ مارے جوتوں سے کھوپڑی پلپلی کر دوں گا۔'' انسپکٹر نے سخت لہجے میں کہا پھر اپنے آدمیوں کو اشارہ کرتے بولا۔ ''لے چلو اس حرام زادے کو۔ اگر یہ اچھل کود دکھائے تو مار مار کر ادھ موا کر دو۔''

حالانکہ پاربتی دیوی نے مجھے اپنی شکتی کا سرعام استعمال کرنے کو منع کیا تھا لیکن اس وقت میرا ذہن بھٹی کی مانند تپ رہا تھا۔ جس افسر نے مجھے ہتھکڑی پہنائی تھی جب اس نے مجھے گھسیٹنے کی کوشش کی

تو یکلخت میں آپے سے باہر ہو گیا۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ میں اس بے عزتی کو برداشت کر لیتا۔ چنانچہ میں نے پاربتی کا شبھ نام لے کر ایک منتر جاپ کر کے پہلے اپنے اوپر پھونکا پھر زور لگا کر ہتھکڑی کو توڑنے کی کوشش کی۔ ایک ہاتھ کا ہتھکڑی میں کسمسانا تھا کہ لوہے کا ٹھوس قفل پلک جھپکتے ہی گر کر ٹوٹ گیا۔ میں چونکہ اپنے اوپر منتر جاپ کر کے دم کر چکا تھا اس لئے میں تو محفوظ رہا لیکن افسر کی حالت قابل دید تھی۔ وہ پریشان نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکا اور دور جا گرا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اسے سخت چھڑی سے مارا ہو۔ وہ اپنے چہرے کو بار بار سہلا رہا تھا اور کربناک آواز میں چیخ رہا تھا۔

ایک لمحے کے لئے تو کمرے میں سکتہ سا چھا گیا۔ پولیس والے اور انسپکٹر سب ہی انگشت بدنداں رہ گئے جو کچھ ہوا تھا، وہ ان کے لئے غالباً نا قابل یقین ہی تھا لیکن چیختے پیٹتے ہوئے افسر کی قابل رحم حالت دیکھ کر انسپکٹر کو دوبارہ جلال آ گیا۔ اس نے تلملا کر ریوالور کا رخ میری طرف کیا پھر تلے اوپر چار گولیاں داغ دیں جس کا میرے اوپر کوئی اثر نہ ہوا اس لئے کہ میں نے اس کا تدارک پہلے ہی کر لیا تھا۔ اس کا ہر وار بیکار گیا۔ نشانہ ہر بار خطا ہو جاتا تھا۔

کمرے سے فائرنگ کی آوازیں ابھریں تو باہر موجود پولیس کے کارندے بھی ٹڈی دل کی طرح بھاگتے ہوئے کمرے میں گھس آئے۔ انسپکٹر کی آنکھوں سے اب وحشت جھانک رہی تھی۔ وہ اب بھی اپنی جگہ ڈٹا کھڑا مجھے تیکھی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ دوسرے تمام پولیس افسر اس کے حکم کے منتظر تھے۔ میں بڑی لاپروائی سے کھڑا ان سب کو دیکھتا رہا۔ اگر پاربتی دیوی نے مجھے اپنی شکتی کا مظاہرہ کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو یقیناً میں ان سب کو بھسم کر ڈالتا۔ بہرحال کچھ دیر تک تو میں خاموش کھڑا حالات کا جائزہ لیتا رہا پھر انسپکٹر کو مخاطب کر کے پُراعتماد انداز میں بولا۔

''کیوں مہاشے، کیا اب بھی تمہیں وشواس نہیں آیا کہ میں مہان شکتی کا مالک ہوں۔ اگر کہو تو تمہیں دو چار تماشے اور بھی دکھا سکتا ہوں۔''

''تم خواہ کوئی بھی ہو لیکن تمہیں ہر قیمت پر ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہو گا۔'' انسپکٹر نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اب اس کی آواز میں وہ پہلے جیسی گھن گرج نہیں ہے۔ اگر وہ اس سے تنہا میرے سامنے ہوتا تو ممکن تھا کہ اپنی جان بچا کر بھاگ جاتا لیکن اپنے اتنے سارے ماتحتوں کی موجودگی میں اس غریب کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ وہ میرے سامنے ڈٹا رہے۔

میں نے انسپکٹر کی مجبوری کو جانچا تو مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ مسکراتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

''یہ تمہیں کیوں کر یقین آ گیا کہ ماتھر جی اور جاگیردار صاحب کو میں نے مارا ہے۔ جب کہ

وہاں اور بھی بہت سارے منش موجود تھے اور وہ سارے کے سارے شراب کے نشے میں دھت تھے۔

"ضروری نہیں کہ میں قبل از وقت تمہیں ہر بات کا جواب دوں۔" انسپکٹر تلملا کر بولا۔

"پھر تم نے یہ کیسے جان لیا کہ میں تم جیسے نادان چھوکروں کی مرضی پر چلنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا۔" میں نے دوبارہ ذرا سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "میں پھر کہتا ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز آ جاؤ نہیں تو مجھے مجبوراً تم کو کشٹ دینا پڑے گا۔"

میری بات کا خاطر خواہ اثر ہوا لیکن صرف انہی افراد پر جو میری طاقت کا تماشا دیکھ چکے تھے۔ جو سپاہی بعد میں اندر آئے تھے، وہ انسپکٹر کو وضاحت طلب نظروں سے گھورے جا رہے تھے۔ انہیں حیرت تھی کہ اب تک مجھے گرفتار کیوں نہیں کیا گیا۔

میں نے انسپکٹر کو مہر بہ لب پایا تو نرمی سے بولا۔ "دیکھو مہاشے، پنڈت، پجاریوں اور رشی منیوں سے ٹکرانا تم جیسے منش کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اگر تم مجھے یہاں سے چلا جانے دو تو میں تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ پرنتو اگر تم نہ مانے تو پھر مجھے مجبوراً کچھ کرنا پڑے گا۔"

"گرفتار کر لو اس مردود کو۔" انسپکٹر دو قدم پیچھے ہٹتا ہوا زور سے چلایا۔

جو سپاہی اپنے ایک افسر کا انجام دیکھ چکے تھے، وہ تو سہمے کھڑے رہے لیکن جو بعد میں گولیوں کی آواز سن کر آئے تھے، وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور اپنی دانست میں مجھے پوری طرح سے اپنے قابو میں کر لیا لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت سارے شریر بچے مجھ سے لپٹ گئے ہوں۔ مجھے ان کی تعداد کی مطلق کوئی فکر نہیں تھی۔

"لے چلو اسے باہر۔" انسپکٹر نے مجھ سپاہیوں کے نرغے میں جکڑا ہوا پایا تو گرج کر بولا۔

میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے بچاؤ کے لئے کوئی اپائے کروں۔ چنانچہ میں پاربتی کا شبھ نام لے کر ایک جھٹکا دیا تو پندرہ بیس سپاہیوں کی ٹولی جو مجھ پر ٹڈی دل کی طرح ٹوٹی ہوئی تھی، کائی کی مانند چھٹ گئی۔ اسی سمے میں نے ایک منتر کا جاپ کر کے اپنے اوپر دم کیا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا پھر جو ہوا اسے میں آج بھی یاد کرتا ہوں تو بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے۔

میں کمرے سے باہر آ کر سیڑھیوں کی طرف ہو لیا تھا۔ انسپکٹر اور اس کے ماتحت چیختے چلاتے میرے آگے پیچھے دوڑ رہے تھے لیکن کوئی بھی میرے قریب نہیں آ پا رہا تھا۔ پولیس انسپکٹر کی بوکھلاہٹ اور بے بسی قابل دید اور مضحکہ خیز تھی۔ وہ چیخ چیخ کر سپاہیوں کو مجھے گرفتار کرنے کی ہدایات دے رہا تھا اور مغلظات بک رہا تھا لیکن وہ بے چارے میرے قریب آنے سے معذور تھا۔

میں مسکراتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر آ گیا۔ پولیس والے بدستور میرے اطراف اچھل کود کر رہے تھے۔ ہوٹل کا اسٹاف اور راہ گیر بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس حیرت انگیز تماشے

کو دیکھ رہے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ میں اپنی طاقت کے نشے میں سرشار آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک مجھے رک جانا پڑا۔ کسی نے مجھے پشت سے بڑی نفرت انگیز آواز میں للکارا تھا۔

"رک جا مورکھ۔ تیری بربادی کا سمے آن پہنچا ہے۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ننگ دھڑنگ سادھو جسے جسمانی اعتبار سے ہٹا کٹا کہا جا سکتا تھا۔ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا مجھے اپنی بڑی بڑی انگاروں جیسی دہکتی ہوئی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ وہ بھی دو چار جنتر منتر جانتا ہے لیکن مجھے اپنی طاقت پر اعتماد تھا اس لئے میں نے بے پروائی سے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولا۔

"کہو سادھو مہاراج، تم مجھے کیا آ گیا دینا چاہتے ہو۔"

"میں تجھے بجرنگ بلی کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ سیدھی طرح اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دے۔"

"اگر میں تمہاری آ گیا کا پالن کرنے سے انکار کر دوں تو۔" میں نے نیاز مندانہ انداز میں کہا۔

"تو...... تو تجھے پچھتانا پڑے گا۔" ہٹا کٹا سادھو غیظ و غضب کی حالت میں بولا۔ "میں تجھے ایسا شراپ دوں گا کہ تیری آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔"

"تمہیں اپنی شکتی پر بہت گھمنڈ ہے۔ کیوں سادھو جی مہاراج۔" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں اس سے کہا۔

"اچھا تو لے سنبھل۔" سادھو نے لال پیلے ہوتے ہوئے کہا پھر اس کے بھدے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ وہ غالباً کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ میرے جی میں آئی کہ ایک اشارے سے اس کا قصہ تمام کر دوں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا پھر بھی دشمن کو موقع دینا چونکہ دانش مندی کے خلاف تھا اس لئے میں نے جلدی سے ایک منتر پڑھ کر اپنے اوپر پھونکا اور لاپروائی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

سادھو کے ہونٹ تیز تیز ہلتے رہے پھر یکلخت اس نے جھک کر زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس پر پھونک مار کر میری طرف اچھال دیا۔ میں نے دیکھا کہ مٹی کا ایک ایک ذرہ عجیب و غریب زہریلے بچھوؤں کی شکل میں تبدیل ہو چکا ہے اور اب وہ خونخوار زہریلے بچھو اپنی دم اٹھائے، ہوا میں تیرتے ہوئے میری سمت بڑھ رہے تھے لیکن میرے قریب آ کر وہ رک گئے پھر دائرے کی صورت میں میرے چاروں طرف پھیل کر فضا میں تیرنے لگے۔ میرے جاپ کئے ہوئے منتر نے ان کو میرے قریب آنے سے روک رکھا تھا۔ سادھو نے جب یہ دیکھا تو چیں بہ جبیں ہو کر رہ گیا۔ چند لمحے تک وہ مجھے پھٹی پھٹی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے تلملا کر دوسرا وار کیا۔ اس بار اس نے بڑے غضب ناک انداز میں اپنی

گھنی داڑھی کا ایک بال توڑ کر میری طرف پھینکا جو ناگن کا روپ دھار کر میری طرف لپکی لیکن اس کا بھی وہی انجام ہوا جو پہلے بچھوؤں کا ہو چکا تھا۔ سادھو نے اپنے دوسرے منتر کو بھی ضائع ہوتے دیکھا تو ہڑبڑا گیا۔

''اگر تمہارے پاس کوئی اور منتر باقی رہ گیا ہے تو اسے بھی آزما لو پھر میری باری ہوگی۔'' میں نے بڑے اطمینان سے سادھو کو مخاطب کیا۔ جو اب بری طرح مجھ سے خائف نظر آرہا تھا۔

''کیا تم کالی مائی کے کوئی سیوک ہو۔'' اس نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔

''کالی مائی نہیں، میں پاربتی دیوی کا ایک معمولی پجاری ہوں۔''

''مجھے شما کردو مہاراج۔ میں تمہاری شکتی کا دھیان نہیں کرسکا تھا۔'' ہٹا کٹا سادھو جو کچھ دیر پہلے تک بہت بڑھ چڑھ کر بول رہا تھا، اب سرتاپا لرز رہا تھا پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا وہ ہاتھ جوڑ کر میرے قدموں پر گر پڑا اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔ زہریلے بچھو اور ناگن جو میرے چاروں طرف منڈلا رہے تھے سادھو کے زمین پر گرتے ہی غائب ہو گئے۔

میں طے کر چکا تھا کہ اس بے وقوف پجاری کو تھوڑی بہت سزا ضرور دوں گا لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ میں اپنے ارادے کی تکمیل نہ کرسکا۔ جس وقت سادھو میرے قدموں پر گرا تھا اور رقت آمیز انداز میں مجھ سے رحم کی بھکشا مانگ رہا تھا اسی وقت سیلون نما ایک بند گاڑی میرے قریب آ کر رکی پھر دوسرے ہی لمحے خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ ہر چند کہ وہ خوشبو صندل کی نہ تھی جو میں یہ سمجھ سکتا کہ پاربتی دیوی میری قریب موجود ہے پھر بھی وہ مہک کچھ ایسی شدید تھی کہ مجھ پر غنودگی سے طاری ہوگئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی عظیم قوت سرگوشیوں میں مجھے یہ حکم دے رہی ہے کہ میں اس گاڑی میں بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں جلدی سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے گاڑی دوبارہ حرکت میں آگئی۔ میں نے پولیس والوں اور مجمع کو گاڑی کے پیچھے دوڑتے دیکھا تو مجھے ایک بار پھر ہنسی آگئی۔ بعد میں جب گاڑی ایک موڑ پر پہنچ کر بائیں جانب گھومی تو میں نے دروازہ بند کر لیا۔ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ دیوی دیوتاؤں نے میرے بچاؤ کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

دیوی دیوتاؤں کا تصور ابھرا تو مجھے پاربتی یاد آگئی۔ عظمت اور مروت کی وہی مہان دیوی جس نے کل رات مجھے دوبارہ اپنے نرم و نازک قرب سے نوازا تھا۔ پاربتی کا دھیان ابھرا تو میرے وجود پر ایک نشہ سا طاری ہونے لگا۔ میں نے اطمینان سے پاؤں پسار لئے اور آنکھیں بند کر کے پاربتی دیوی کے حسین تصورات میں گم ہو گیا۔

میں پاربتی کی عظمت اور اس کی مہان شکتی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے مجھے نہ صرف یہ کہ افضل بیگ سے کرشن کمار مہاراج بنا دیا تھا بلکہ مجھے اپنے قرب اور زندگی کی لازوال لذتوں سے بھی

بطور خاص نوازا تھا۔

پاربتی نے مجھے رات یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر میں شیو جی مہاراج کے لئے بھی جاپ کرلوں تو پھر میری شکتی میں اور اضافہ ہو جائے گا اور میں بلا خوف و خطر بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے بھی سینہ سپر ہو سکوں گا۔ شیو جی مہاراج کے دھیان کے ساتھ ہی معاً مجھے موہن لال کا خیال آگیا۔ جس نے مجھے سخت اذیتیں پہنچائی تھیں اور سور کا گوشت تک کھانے پر مجبور کر دیا تھا۔

ماضی کی تکلیف دہ باتوں نے سر ابھارا تو میں پاربتی دیوی کو بھول کر صرف سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچنے لگا۔ جیسے جیسے موہن لال کے بارے میں سوچتا جاتا تھا، میرے خون کی حدت بڑھتی جاتی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے تن بدن پر لاتعداد چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ اسی حالت میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکا، میں موہن لال کو اس کی کمینگی کا مزا چکھاؤں گا اور اسے ایسی اذیت ناک موت ماروں گا کہ جس کی مثال پوری دنیا میں نہ ملے گی۔

دبی زبان میں اپنی اس خواہش کا اظہار میں دوبار پاربتی دیوی سے بھی کر چکا تھا لیکن دیوی نے دونوں بار مجھے میرے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی اور یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میں موہن لال کے مقابلے میں ابھی بہت کمتر ہوں اور اس وقت تک مجھے کھل کر سونا گھاٹ کے پجاری کے مقابلے پر نہیں آنا چاہئے جب تک میں شیو جی مہاراج کے لئے جاپ مکمل نہ کرلوں۔

میں اس عظیم دیوی کا احسان مند تھا جس نے مجھے اس قابل بنا دیا تھا کہ میں اپنے ان دشمنوں سے بدلہ لے سکوں جنہوں نے مجھے کمزور سمجھ کر میرے ساتھ ناروا سلوک کیا تھا۔ میری حق تلفی کی تھی اور مجھ پر طرح طرح کے ظلم و ستم توڑے تھے۔ میری ہی خاطر پاربتی نے اپنے ایک سیوک ارجن مہاراج کی عبرت ناک موت بھی گوارا کر لی تھی لیکن موہن لال کے سلسلے میں اس نے ابھی تک کھل کر میری حمایت کا اعلان نہیں کیا تھا۔

''آخر کیوں، کیا اس میں بھی کوئی بھید تھا؟'' میرے ذہن نے کروٹ لی تو معاً ایک خیال ابھرا ''کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ پاربتی ہم دونوں میں سے کسی ایک کو ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما نہیں دیکھنا چاہتی۔ ممکن ہے کہ جس طرح وہ مجھے نواز چکی ہے۔ اسی طرح موہن لال کی قربت سے بھی لطف اندوز ہوتی رہی ہو۔ اس کی نوازشیں موہن لال کے لئے بھی اتنی عام ہوں۔ دوسری شکل میں جب وہ اس بات کا اقرار کر چکی ہے کہ اس کو شیو جی مہاراج کے بعد صرف میں نے چھوا ہے تو پھر میرے مقابلے میں اسے سونا گھاٹ کے پجاری سے ہمدردی کیوں ہے؟ کیوں وہ مجھے موہن لال سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آرہی تھی مگر مجھے پاربتی کے حضور موہن لال کی برتری کسی طور گوارا نہ تھی۔ میں خود کو موہن لال سے بڑا آدمی دیکھنا چاہتا تھا۔

میرے ذہن مین ان خیالات کا ابھرنا تھا کہ میں سرتاپا قیامت بن گیا۔ اس احساس نے کہ پاربتی دیوی بیک وقت اپنے دو پجاریوں کی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے کو بے وقوف بنا رہی ہے اور دونوں کو الگ الگ نواز رہی ہے، میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ موہن سے میری نفرت کا جذبہ دو چند ہو گیا۔ میں نے طے کر لیا کہ سب سے پہلے شیوجی مہاراج کے لئے جاپ کروں گا پھر موہن لال کو ہر قیمت پر ٹھکانے لگا کر دم لوں گا۔ خواہ پاربتی دیوی مجھے منع ہی کیوں نہ کرے۔ یہاں میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ پاربتی نے مجھے جس جسمانی کیف و سرور سے نوازا تھا، وہ میرے لئے اتنا انمول تھا کہ اس میں کسی اور کو حصے دار بنانے کے لئے مطلق تیار نہ تھا۔ اپنے طور پر میں نے مکمل عہد کر لیا تھا کہ موہن لال کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں بلاشرکت غیرے پاربتی کا دعویدار بن جاؤں گا۔

میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ گاڑی میں میرا سفر کتنی دیر جاری رہا۔ میں کتنی دیر تک اپنی ذہنی چپقلش میں گرفتار رہا۔ بہرحال اتنا ضرور کہوں گا کہ جتنی دیر تک میرا سفر جاری رہا، میں شدید ذہنی اضطراب میں مبتلا رہا اور سونا گھاٹ کے پجاری کو نیچا دکھانے کی خاطر مختلف اسکیمیں بناتا رہا۔ میرے خیالات کا شیرازہ اس وقت منتشر ہوا، جب میں نے گاڑی کو رکتے محسوس کیا اور اس کے انجن کی آواز کو بند ہوتے سنا۔ اس خیال سے کہ کسی نئی افتاد سے دوچار ہونے سے پیشتر ہی مجھے گاڑی سے اتر جانا چاہئے، میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ میں نے بڑی آہستگی سے کھولا لیکن اس کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا اس نے ایک لمحے کے لئے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو سلب کر ڈالا۔

گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی میری نظر جس شخص پر پڑی وہ موہن لال تھا۔ سونا گھاٹ کا پجاری، جسے روئے زمین پر میں اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا تھا اور جس کے بارے میں، میں نہ جانے کتنی دیر تک پریشان رہا تھا۔ وہی موہن لال اس وقت میرے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ایک پُر وقار چمک تھی۔ وہ مجھے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا، ان میں تحقیر کا پہلو نمایاں تھا۔ جسے محسوس کر کے میرے انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھا لیکن قبل اس کے کہ میں موہن لال کی اس اچانک موجودگی کے بارے میں سوچ سکتا، وہ مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"کیوں افضل بیگ، یہ تم مجھے گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو، کیا پہچانا نہیں مجھے؟"

"اچھا ہوا جو تم خود مجھے مل گئے۔" میں نے غصیلی آواز میں کہا۔ "مجھے تمہاری ہی تلاش تھی۔"

"میری تلاش تھی۔" موہن لال زہر خند لہجے میں بولا۔ "کیا کوئی نئی بپتا آن پڑی ہے تم پر۔"

"یہ تو سے تمہیں بتائے گا کہ بپتا کس پر پڑی ہے۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ پھر گاڑی سے نیچے آ کر موہن لال کو نفرت بھری نگاہوں سے گھورتا ہوا بولا۔ "اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں بھی مہان شکتی کا مالک بن چکا ہوں۔"

"مہان شکتی!" موہن لال نے زیرلب مسکرا کر کہا۔ "افضل بیگ، مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے کہ تم اب بھی مورکھوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔"

"افضل بیگ نہیں...... اب میرا شبھ نام کرشن کمار مہاراج ہے۔" میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔

"کرشن کمار مہاراج۔" سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری نے بڑے مضحکہ خیز لہجے میں میرے نام کو دہرایا پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "کیا تمہیں سچ مچ اپنے مہان ہونے کا دھوکا ہو گیا ہے۔"

ہرچند کہ پاربتی دیوی کی نصیحت مجھے یاد تھی۔ دیوی نے مجھے یہی بتایا تھا کہ ابھی میں اتنی شکتی نہیں حاصل کر سکا ہوں کہ موہن لال سے ٹکرا سکوں تاہم موہن لال کا لہجہ مجھے غصہ دلا رہا تھا اور اب جب کہ میرے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ موہن لال میرا دشمن ہونے کے ساتھ ساتھ میرا رقیب بھی ہے تو بھلا میں کس طرح اس کی تحقیر آمیز باتوں کو برداشت کر سکتا تھا چنانچہ میں نے موہن لال کی انگاروں جیسی دہکتی ہوئی سرخ سرخ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"موہن لال، میں مانتا ہوں کہ کبھی تم مہان شکتی کے مالک ضرور تھے۔ تم نے مجھے اپنی اچھا کے مطابق کشٹ بھی دیئے ہیں۔ پرنتو اب سمے آ گیا ہے جب میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے قابل ہو چکا ہوں۔ تمہیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ پاربتی نے نہ صرف میری تپسیا کو سیوکار کر لیا ہے بلکہ مجھے اپنا خاص سیوک بھی بنا لیا ہے۔"

میرے الفاظ سن کر موہن لال کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں ہزاروں بدروحوں کا بھیانک عکس ابھر کر غائب ہو گیا۔ اس کا ہٹا کٹا جسم میرے سامنے کسی ناقابل تسخیر چٹان کی طرح ڈٹا کھڑا تھا۔ اس کے بھاری بھرکم چہرے پر غضبناک تاثرات طاری تھے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہی۔ دوسرے ہی لمحے وہ کسی ٹھہرے ہوئے سمندر کی طرح مطمئن نظر آنے لگا اور مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے کوئی پہلوان کسی بچے کی بات پر برہم ہو جائے اور پھر فوراً ہی بچے کی کمتری کا احساس کر کے خاموش ہو جائے۔

میں اس کی ایک ایک حرکات کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ جب کچھ دیر تک وہ خاموش کھڑا مجھے گھورتا رہا تو میں نے دوبارہ بڑی تلخ آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"کس وچار میں گم ہو موہن لال۔ اگر تمہیں میری شکتی کا یقین نہیں آتا تو آزما کر دیکھ لو۔"

"دیوی کے پیار نے تمہیں بہت زیادہ سر پر چڑھا رکھا ہے کرشن کمار۔ پرنتو یہ مت بھولو کہ تمہاری شکتی کا آرمبھ (آغاز) سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے ہوا ہے۔ وہ اس لحاظ سے تمہارا گرو ہے۔"

موہن لال نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ نادانی کا کوئی شبد زبان سے نہ نکالو اور اپنے آپ کو جاننے کی کوشش کرو۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے موہن لال کہ تم اب مجھ پر وار کرتے ہوئے گھبرا رہے ہو۔" میں نے موہن لال کی باتوں کا غلط انداز لگاتے ہوئے دبنگ آواز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ارجن مہاراج اور نرملا پجارن کے ساتھ جو کچھ گزری ہے اس سے بھی تم ضرور واقف ہو چکے ہو گے۔"

"کرشن کمار۔" یکلخت موہن لال گرج دار آواز میں بولا۔ "میری شکتی کو للکارنے کی نادانی مت کرو۔ مجھے مہان دیوی کا دھیان ہے جو چپ ہوں، پرنتو اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم جو منہ میں آئے اُبلتے رہو۔"

"موہن لال، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم دیوی کی آڑ لے کر اپنی شکتی کا بھرم رکھنا چاہتے ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "موہن لال یاد رکھو، میں نے بھی دیوی کی تپسیا کی ہے۔"

سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری نے اس بار فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ اس کی غضب ناک نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ کسی شدید ذہنی الجھن میں مبتلا تھا۔

کچھ دیر تک ہم دونوں ایک دوسرے کو یونہی خونخوار نظروں سے گھورتے رہے پھر موہن لال نے بڑے پُروقار لہجے میں مجھ سے کہا۔

"کرشن کمار، جاؤ اس بار میں تمہیں پاربتی دیوی کے کارن شما کرتا ہوں۔ پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ تم ایک دن پھر میرے چنگل میں پھنسو گے اور اس سمے میں تمہیں ایسا شراپ دوں گا کہ تم پورا جیون بیاکل رہو گے۔"

"تم اگر مجھے شما کرتے ہو تو یہ تمہاری مرضی۔ پر میں تمہیں شما کرنے کو تیار نہیں ہوں۔" میں نے موہن لال کی نرمی کا غلط نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا اور یہ سوچ کر کہ اسی موقع پر اس موذی کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ پاربتی کا نام لے کر ایک منتر کا جاپ کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنا جاپ مکمل کرتا، موہن لال مارے غصے کے سرتاپا لرز اٹھا اور نہ جانے اس نے کیا منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا کہ میں اپنا جاپ بھول کر کسی تنکے کی طرح زمین پر گر کر دو چار قلابازیاں کھاتا چلا گیا۔

دوسری بار جب میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو میرا ذہن مارے غصے کے آتش فشاں کی طرح کھول رہا تھا۔ میں نے بڑی جلالی کیفیت میں اپنا سیدھا ہاتھ بلند کیا اور غضب ناک حالت میں اپنی انگلیاں جھٹکنے لگا۔ مجھے مکمل اعتماد تھا کہ اس بار موہن لال میری انگلیوں سے نکلنے والے شعلوں سے بھسم ہو جائے گا لیکن یہ دیکھ کر میں گنگ رہ گیا کہ میری انگلیوں سے نکلنے والے نیلے پیلے شعلے سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری کے جسم سے ٹکرا کر بے اثر ہوئے جا رہے تھے۔ اچانک میں نے کچھ سوچ کر اپنا ہاتھ نیچے گرا لیا۔

مجھے اسی لمحے پاربتی دیوی کی بات کا خیال آ گیا اس لئے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس وقت موہن لال سے ٹکرانے کے بجائے کسی طرح گلوخلاصی کر لی جائے اور شیو جی مہاراج کا جاپ پورا کر لینے کے بعد دوبارہ اس سے اپنا انتقام پورا کیا جائے چنانچہ میں کوئی دوسرا منتر پڑھنے کے بجائے موہن لال کو محض گھورنے پر اکتفا کرنے لگا۔ موہن لال چند لمحے تک مجھے قہر آلود نظروں سے کھڑا دیکھتا رہا پھر معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔

"کیوں کرشن کمار، اب کیا ہے من میں تمہارے۔ اگر چاہو تو اپنے دوسرے منتر جنتر بھی آزما کر دیکھ لو۔"

"میں اگر چاہتا تو تمہیں بھی ارجن مہاراج کی طرح نرکھ رسید کر سکتا تھا۔ پرنتو اس سمے مجھے دیوی کا دھیان آ گیا ہے۔" موہن لال کو ٹالنے کے لئے جھوٹ بولنے کے سوا اور کیا چارہ رہ گیا تھا۔

"کرشن کمار، تم بھول رہے ہو کہ اس سمے تم موہن لال سے مخاطب ہوا۔" سونا گھاٹ کا پجاری تلخ لہجے میں بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس سمے تمہارے من میں کیا ہے۔ تم شیو جی مہاراج کا جاپ مکمل کرنے کے بعد مجھ سے ٹکرانے کا جو سپنا دیکھ رہے ہو وہ کبھی بھی پورا نہ ہو گا۔ تم ہمیشہ میری شکتی کے سامنے ایک بالک ہی رہو گے۔ نادان اور مورکھ بالک۔"

"مجھے یہاں کس لئے لایا گیا ہے؟" میں نے جلدی سے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے سوال کیا۔

"دیوی کی آگیا یہی تھی کہ تمہیں اس کے چرنوں تک چھوڑ دیا جائے۔" موہن لال بدستور مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"اب مجھے کیا کرنا ہو گا دیوی کے چرنوں تک پہنچنے کے لئے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"پچھم کی اور دو میل جانے کے بعد تمہیں دیوی کا استھان مل جائے گا۔"

اس بار میں نے موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے من میں اس کے لئے نفرت کا طوفان اُمڈ رہا تھا لیکن میں نے جلدی بازی کا مظاہرہ کرنے سے پرہیز کیا اس لئے کہ میں اس موذی کی شکتی کا تماشا دیکھ چکا تھا۔ میرے منتر اس پر کارگر نہیں ہوئے تھے جس کے بعد مجھے اس بات کا وشواس ہو گیا تھا کہ پاربتی نے مجھے جو کچھ کہا تھا، وہ جھوٹ نہیں تھا۔ بہرحال میں موہن لال کو گھورتا ہوا پچھم کی سمت گھوما ہی تھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے دوبارہ مخاطب کر کے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"سنو کرشن کمار، دیوی نے تمہارے اوپر جو کرپا کی ہے اس نے تمہارے شریر کو امر بنا دیا ہے۔ پر ایک بات گرہ سے باندھ لو۔ اگر کبھی تمہارے من میں دیوی کی طرف سے کوئی کھوٹ آیا تو دیوی کا کشٹ تم کو برباد کر دے گا۔"

''اور بھی کچھ کہنا ہے تمہیں۔'' میں نے نفرت سے پوچھا۔

''ہاں...... تم قسمت کے دھنی ہو جو اتنی ترنت (جلدی) دیوی تمہارے اوپر مہربان ہوگئی۔ پرنتو یہ کبھی مت بھولنا کہ اس استھان تک تمہیں کس نے پہنچایا ہے۔'' موہن لال نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ''گرو کی مرضی کے بغیر چیلا کبھی بھی اپنی تپسیا میں پھل نہیں ہو سکتا۔''

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے موہن لال کو حقارت سے دیکھا اور پھر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔

سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری نے مجھے جس مقام پر لاکر چھوڑا تھا، وہاں دور دور تک کوئی عمارت نہیں تھی پھر بھی میں پچھّم کی سمت بڑھتا رہا۔ موہن لال کے مقابلے میں اپنی شکتی کا تماشا دیکھنے کے بعد میرا خون بری طرح کھول رہا تھا۔ میں ہر قیمت پر اس موذی کو نیچا دکھانے کا متمنی تھا اور اب یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ میں پاربتی کی سہایتا حاصل کروں اور اس کے بتائے ہوئے جاپ مکمل کروں پھر سونا گھاٹ کے پُراسرار پجاری سے دو دو ہاتھ کروں۔ مجھے نہ جانے کیوں اس بات کا یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن مجھے موہن لال کے مقابلے میں ضرور برتری حاصل ہوگی لیکن وہ دن کب آئے گا یہ نامعلوم مدت میرے لئے بڑی ناقابل برداشت تھی۔ پاربتی دیوی کے متعلق میں نے اپنے ذہن کو مطمئن کرلیا تھا کہ میں اسے اب اپنی محبت سے اور قریب کرسکوں گا۔ وہ مجھے اپنے لمس سے فیض یاب کرسکتی ہے تو پھر موہن لال سے مقابلے کے لئے وہ میری مدد بھی ضرور کرے گی۔

میں اپنی دھن میں مست پچھّم کی سمت بڑھتا گیا۔ تقریباً پونے دو میل کی مسافت طے کرنے کے بعد میں ان ٹیلوں تک پہنچ گیا جو مجھے دور سے نظر آرہے تھے۔ ٹیلے پر چڑھ کر جیسے ہی میں دوسری طرف اترا۔ مجھے ایک سادھو نظر آیا۔ جو لمبے لمبے قدم مارتا میری سمت آرہا تھا۔ میں کچھ سوچ کر رک گیا اور پجاری کو دیکھنے لگا۔ پجاری نے میری قریب آکر مجھے غور سے دیکھا پھر ڈنڈوت کرنے کے بعد بولا۔

''مہاراج، کیا تمہارا شبھ نام کرشن کمار ہے؟''

''ہاں، میں ہی کرشن کمار ہوں۔''

''مہان دیوی کی کرپا ہے مہاراج جو مجھے آپ کے درشن ہوگئے۔'' پجاری نے بڑی عاجزی سے کہا۔ ''مجھے آپ کے سواگت کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔''

''ابھی مجھے اور کتنی دور چلنا ہوگا؟'' میں نے پجاری کو پُروقار نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

''دیوی کی شکتی مہان ہے مہاراج۔ آپ اس سمے دیوی کے استھان سے بہت قریب ہیں۔ آپ چلتے رہئے۔ دیوی خود آپ کو اپنے استھان پر بلا لے گی۔''

مجھے پجاری کی باتوں میں صداقت کی بو آرہی تھی اس لئے میں اس پر کوئی شک کرنے کے بجائے آگے بڑھتا گیا۔ سامنے ایک عالی شان محل تھا۔ میں خود بخود بغیر کسی رہنمائی کے اندر داخل ہوگیا۔ ابھی میں ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچا تھا کہ صندلی خوشبو کا جانا پہچانا جھونکا میرے وجود پر چھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے دیوی کی آواز سنائی دی۔

''کرشن کمار، تم میرے چرنوں تک پہنچ ہی گئے۔''

میں نے آواز کی سمت دیکھا تو پاربتی دیوی کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر خوشی کے جذبے سے سرشار ہوگیا۔ یوں تو اس سے پہلے بھی پاربتی دیوی کا دو بار درشن کر چکا تھا لیکن اس سمے دیوی کی سندرتا دیکھ کر مجھ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی جس کو بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ پُراسرار پاربتی دیوی اس وقت ہلکے سبز رنگ کی ساڑی میں ملبوس تھی۔ جس کے اندر سے اس کا جسم کندن کی طرح دمکتا نظر آرہا تھا۔ اس کے چہرے کے چاروں طرف مجھے بجلیاں کوندتی محسوس ہورہی تھیں۔ میں کچھ دیر تک اس کو بڑی محویت کے عالم میں کھڑا دیکھتا رہا پھر میں نے اس جگہ کا جائزہ لیا تو دنگ رہ گیا۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا خوب صورت کمرا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہاں کی ہر شے انتہائی قیمتی اور نایاب تھی۔ ایک طرف اونچی مسہری بچھی تھی۔ جس پر بڑے سلیقے سے بستر لگا ہوا تھا۔ پورے کمرے میں دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک سمت آبنوسی لکڑی کی میز پر ایک مجسمہ رکھا تھا جس کا تمام جسم انسانوں جیسا تھا لیکن سر ہاتھی کا تھا۔ مجھے معاً ملا پجارن کا دھیان آگیا جس نے مجھے گنیش دیوتا کے بارے میں بتایا تھا جسے پاربتی نے اپنے کمرے میں سجا رکھا تھا۔ دیواروں پر جابجا مجسمے ایستادہ تھے۔ میں ابھی کمرے کے سازو سامان کا جائزہ لے رہا تھا کہ پاربتی دیوی کی مدھر آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

''کرشن کمار، دیوتاؤں کی اس دنیا کو سمجھنے کے لئے تمہیں دیر لگے گی۔''

''دھن ہو دیوی، جو تو نے مجھے اپنے چرنوں میں بلا لیا۔'' میں جلدی سے اپنی توجہ پاربتی دیوی کی طرف مبذول کرتا ہوا بولا۔

''کرشن کمار، تم دھرتی پر میرے وہ پہلے سیوک ہو جسے میں نے اپنے استھان تک آنے کی اجازت دی ہے۔''

''یہ تیری بڑی کرپا ہے۔'' میں عقیدت سے بولا۔

''پرنتو تم ابھی بڑے بالک ہو۔'' پاربتی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''تم نے موہن لال کے بارے میں پھر سوچنا شروع کردیا ہے۔''

''مجھے شما کردے دیوی۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''موہن لال کو اچانک دیکھ کر میرے انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔''

"تمہیں ایک اور بات کی شما مانگنی ہوگی کرشن کمار۔" دیوی وقار سے بولی۔

"وہ کیا بات ہے دیوی؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"تمہارے ہردے میں کھوٹ ہے۔"

پاربتی نے اس بار جس لہجے میں مجھے مخاطب کیا اسے محسوس کر کے میں کانپ اٹھا۔ میں نے دیوی کی بات پر غور کیا تو معاً مجھے خیال آ گیا کہ موہن لال سے انتقام لینے کے جذبے نے میرے سینے میں رقابت کی آگ بھڑکا دی تھی اور میں پاربتی کے سلسلے میں مشکوک ہو گیا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ چند لمحے تک میں شرمندگی اور ندامت کے ملے جلے جذبے کے تحت سر جھکائے کھڑا رہا پھر میں بے اختیار آگے بڑھا اور جھک کر میں نے دیوی کے چرن تھام لئے۔

"دیوی، میں ہاتھ جوڑ کر تجھ سے شما کی بھکشا مانگتا ہوں۔ انتقام کے جذبے نے مجھے اندھا کر دیا تھا دیوی۔ مجھے شما کر دے۔"

پاربتی نے میری بات کا کیا اثر لیا' یہ تو میں نہ جان سکا لیکن جب اس نے بازو تھام کر مجھے اٹھایا تو میں نے اس کی کومل نظروں میں محبت کے ہزاروں دیپ جلتے دیکھے۔ میں سمجھ گیا کہ پاربتی نے مجھے شما کر دیا ہے پھر بھی میں نے ایک نظر اسے دیکھ کر جلدی سے سر جھکا لیا۔

"کرشن کمار۔" پاربتی نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "تمہارے من کا یہی اجلا پن دیوی کو پسند ہے۔"

"میں تیری اس کرپا کا کوئی بدل دینے کے قابل نہیں ہوں دیوی۔" میں نے دل کی تمام سچائیوں سے کہا۔

جواب میں پاربتی نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ میرے رگ وپے میں ایک عجیب سرور سرایت کر گیا اور مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں صرف اسی حد تک محسوس کر سکا تھا جیسے میں پاربتی سے بہت قریب ہوتا جا رہا ہوں۔ اتنا قریب کہ ہماری سانسیں اور روحیں بھی ایک دوسرے میں مدغم ہوتی جا رہی تھیں۔ میں ایک بار پھر خوابوں کی لذت سے سرشار تھا اور پھر...... پھر مجھے کچھ یاد نہ رہا۔

دوسرے دن پاربتی نے میرے کہے بغیر مجھے وہ جاپ بتا دیا جو مجھے شیوجی مہاراج کے لئے کرنا تھا۔ پاربتی نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے چھ ماہ تک برت رکھ کر جاپ کرنا ہوگا۔ اس دوران میں کسی سے مل بھی نہ سکوں گا اور پورے دھیان وگیان سے مجھے جاپ میں مصروف رہنا ہوگا۔ اس بار مجھے کسی کھنڈر میں جا کر جاپ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ پاربتی نے ایک علیحدہ کمرے میں مجھے جاپ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ میں اس بیان کو طول نہیں دینا چاہتا چنانچہ اگلے ہی دن میں شیوجی مہاراج کے لئے جاپ

کرنے میں مصروف ہو گیا۔

میری لگن چونکہ سچی تھی اس لئے مجھے وقت کا اندازہ نہ ہو سکا اور نہ ہی اس منتر کا جاپ کرتے ہوئے مجھے بیروں اور بلاؤں نے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ممکن ہے یہ سب کچھ پاربتی کی وجہ سے سہل ہو گیا ہو۔ بہر حال میں متواتر شب وروز اپنے جاپ میں لگا رہا اور چھ ماہ کا عرصہ کب بیت گیا مجھے احساس بھی نہ ہو سکا۔

جس روز میں نے جاپ مکمل کیا اس روز پاربتی میرے اوپر کچھ زیادہ ہی مہربان نظر آ رہی تھی۔ شاید اس لئے کہ میں نے اس منتر کے ذریعے اس کے پتی دیو کی آتما کو رام کر لیا تھا۔ یا پھر ہو سکتا تھا کہ کوئی دوسری وجہ رہی ہو۔ لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس روز پاربتی دیوی مجھ سے کچھ اور قریب آ گئی ہے۔ اس نے خود اپنے کومل ہاتھوں سے مجھے اشنان کرایا۔ میری داڑھی جو چھ ماہ کے عرصے میں بے تحاشا بڑھ گئی تھی' اسے صاف کرایا گیا اور پہننے کے لئے مجھے اعلیٰ لباس دیا جو پاربتی نے بطور خاص میرے لئے سلوایا تھا۔

غرض یہ کہ شیوجی مہاراج کا جاپ مکمل کرنے کے بعد میں پاربتی سے بہت قریب ہو گیا تھا مگر ابھی تک مجھے اس نئے جاپ سے حاصل ہونے والی شکتی کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ ایک دو بار میرے جی میں آئی تھی کہ میں خود ہی اپنی شکتی کو آزماؤں یا پھر پاربتی سے دریافت کروں لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا مگر ایک روز جب میں پاربتی کے کمرہ خاص میں اس کے ساتھ بیٹھا' اس کے عشق کے گداز لمحات میں سرمست تھا۔ پاربتی نے مجھے اپنی ادائے خاص سے مخاطب کیا۔

"کرشن کمار، شیوجی مہاران کا جاپ مکمل کر لینے کے بعداب تمہارے اندر بلوانوں کی شکتی آ گئی ہے۔ اب تمہیں کسی دشمن کو نیچا دکھانے کے لئے کوئی منتر پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم جو کچھ سوچو گے، وہ دیوتاؤں کی کرپا سے پورا ہوگا۔ پرنتو ایک بات اوش دھیان میں رکھو۔"

"دیوی۔" میں جلدی سے بولا۔ "تو نے مجھے جو کچھ دان کیا ہے اس کے لئے میرے پاس شبد نہیں ہیں جو میں شکریہ ادا کر سکوں لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں تیری کرپا کو کبھی بھلا نہیں سکتا۔ مجھے جو آگیا بھی ملے گی اس کا پالن کرنا میں اپنا دھرم سمجھوں گا۔"

پاربتی نے مسکرا کر میری آنکھوں میں جھانکا پھر بڑی ادا سے بولی۔ "سوچ لو کرشن کمار، ایک بار وچن دینے کے بعد اگر تم پھر گئے تو میں تمہیں شما کر سکتی ہوں۔ پرنتو شیوجی مہاراج کی مہان آتما شما نہیں کرے گی۔"

پاربتی کی یہ بات سن کر میں دل ہی دل میں ہنس دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ پاربتی اور شیو مہاراج کے درمیان زن وشوہر کا رشتہ رہ چکا ہے اس لئے یہ بات میرے لئے مضحکہ خیز ہی تھی کہ جب پاربتی مجھے اپنے